

زینب

لجنہ اماء اللہ ناروے

جولائی تا ستمبر 2020



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلَى عِبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
هو الناصر



ایل۔ ایس: 7201

تاریخ: 16.9.2020

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ، ناروے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے رپورٹ برائے ماہ جولائی، رسالہ زینب کا اپریل تا جون کا شمارہ اور خطوط برائے دعا محررہ
31 اگست 2020 موصول ہوئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

موصولہ رپورٹ کے مطابق واقعات و نصرات کے لئے قصیدہ حفظ کرنے کا نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس کے
مطابق 5 نصرات نے اب تک 30 سے زائد اشعار حفظ کر لئے ہیں جبکہ 2 نصرات نے ترجمۃ القرآن کے پیپر میں
نمایاں کامیابی حاصل کی۔ علاوہ ازیں شوریٰ تجاویز کے تحت سیرۃ النبیؐ کے عناوین اور صد سالہ جوہلی لجنہ کے تحت
حفظ تیسواں پارہ و اور مطالعہ کتب کی رپورٹ خوشگن ہے۔ الحمد للہ موجودہ حالات میں بھی رسالہ زینب کا شمارہ
شائع کرنے کی توفیق ملی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام قارئین زینب کو اس شمارہ سے مستفید فرمائے اور شعبہ اشاعت
کی ٹیم کو بہترین جزا عطا فرمائے نیز آپ کی مناسی کو قبول کرے اور جملہ کاوشوں میں برکت دے آمین۔

تمام لجنہ و نصرات کو میرا محبت بھرا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پہنچادیں۔

والسلام

خاکسار
حزب مسیح

خليفة المسيح الخامس

قرآن کریم میں مومن مردوں اور عورتوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ لغویات میں ملوث نہ ہوں۔ موجودہ ماڈرن دور مواصلات کے جدید اور انوکھے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ نوجوان نسلیں نئی ایجادات سے متاثر ہو کر مذہب سے روگردانی کرتی اور مادیت کی آغوش میں گرتی چلی جاتی ہیں۔

اس دور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق رکھنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم خلافت کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیں، خلیفہ وقت کے نمونہ پر عمل کریں، جس طرح وہ ہدایات دیں اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالیں، ان کے خطبات باقاعدگی سے سنیں، جو بھی حکم دیں اس پر صدق دل سے عمل کریں۔ کووڈ 19 کے موجودہ دور میں جب ساری حکومتیں مشکلات کا شکار تھیں ایسے وقت میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قرآن اور سنت کے مطابق اپنے عملی نمونہ سے بتلادیا کہ کس طرح اولوالامر کی اطاعت کرتے ہیں اور کس طرح ان وبائی امراض سے بچا جاسکتا ہے۔ اور ساری دنیا میں عالمگیر جماعت احمدیہ نے اس نمونے پر عمل پیرا ہو کر ایک مثال قائم کی۔ پس خلافت کے حکموں پر ہمیشہ عمل پیرا رہنے میں ہی ہماری بھلائی ہے خواہ راہ کتنی ہی پرخطر کیوں نہ ہو اسی سے بفضل تعالیٰ نجات ہے اور خیر و برکت ہے۔

بے ہنگم سوشل میڈیا کے اس دور میں جہاں عریاں اور فحش مواد میسر ہے وہاں علمی اور اخلاقی اور روحانی مواد کی بھی کمی نہیں ہے جس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ انٹرنیٹ پر بیشتر پروگرام ایسے ہیں جو جماعت کے خلاف یا اخلاق سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض پروگرام ایسے بھی ہیں جنہیں منافقین کی سرپرستی حاصل ہے جو کہ ہماری نوجوان نسلوں کے ذہنوں پر اثر انداز ہونے میں کوشاں ہیں۔ ہمیں اپنے ذہنوں میں اس امر کو مستحضر رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ہمیشہ خلیفہ وقت کی اطاعت کو اپنا نصب العین بنانا ہے اور اپنے بچوں کو بھی ان کی تربیت کے پیش نظر اسلام اور جماعت کے عقائد اور اصل حقائق سے آگاہ کرتے رہنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم، احادیث، دروس، کتب حضرت امام مہدی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے خلفاء کے خطابات، خطبہ ہائے جمعہ، مجالس سوال و جواب بھی انٹرنیٹ کے پروگراموں میں موجود ہوتے ہیں۔ نیز ایم ٹی اے پر حضور انور کے خطبات جمعہ کے علاوہ دوسرے پروگرام دیکھنے اور سننے کے لیے بچوں کو تحریک کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ یوں ہم اپنے بچوں کو دجال کے اثر سے بھی بچا سکتے ہیں اور ماڈرن ٹیکنالوجی کے اس شیطانی دور میں ان کا تعلق اللہ سے مضبوط کر سکتے ہیں۔

جماعت احمدیہ اپنے امام اور خلیفہ سے بے حد پیار کرتی ہے، ان کے ہر حکم پر لبیک کہتی ہے اور ان کے نمونہ پر چلتی ہے کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم خلافت کی برکت سے اور خلیفہ وقت کی اطاعت سے ہی دین و دنیا میں سرخرو ہو سکتے ہیں اور تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ آمین

لجنت حضور انور کے ارشاد کے مطابق روزانہ دو نوافل کا التزام کرے۔ جماعت

ناروے نے نفلی روزہ کے لیے ہر سوموار کا دن مقرر کیا ہوا ہے۔ جزاکم اللہ

فہرست مضامین

2	القرآن الکریم	امیر جماعت ناروے
2	حدیث نبوی ﷺ	محترم چوہدری ظہور احمد صاحب
3	کلام الامام	صدر لجنہ اماء اللہ
4	منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	محترمہ بلقیس اختر صاحبہ
5	خصوصی پیغام سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد	نیشنل سیکرٹری اشاعت
8	نعت رسول مقبول ﷺ	منصورہ نصیر
9	شاہراہ نور سے مقام نور (غارِ حرا) تک	نائبہ سیکرٹری اشاعت
14	قربانی کا فلسفہ	صدیقہ وسیم
19	والد کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے (حدیث نبوی ﷺ)	مدیرہ حصہ نارویجن
22	نظم	مہرین شاہد
23	کورونا کی وباء کے دوران وقت کیسے گزارا	ضویا سامہ شاہد
31	نظم	پروف ریڈنگ حصہ اردو
32	ابن بطوطہ (مسلمان سیاح)	عقیفہ نجم
34	اچھے ازدواجی تعلقات کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں؟	طاہرہ زرتشت
36	دھنک کے رنگ آپ کے سنگ	گراؤٹ ڈیزائنر
38	صحت کارنر	فاکہہ چوہدری
40	پکوان	فریدہ ظہور
41	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	ماہم نعیم
42	حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہالینڈ کی واقعات نو کی کلاس	پرنٹنگ
44	یاد رفتگان	شمسہ خالد
47	دعائیہ اعلانات	شائع کردہ
48	ناصرات کارنر	شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ناروے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے



القرآن الکریم

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا لِيَاءَهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تَنْهَرُهُمَا ۚ وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾ وَاحْفَظْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۚ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ﴿٣٢﴾

ترجمہ: اور تیرے رب نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو انہیں آف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لیے رحم سے عجز کا پر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

(بنی اسرائیل: 24 - 25)

حدیث نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَغِمَ أَنْفٌ رَغِمَ أَنْفٌ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ، قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مٹی میں ملے اس کی ناک! مٹی میں ملے اس کی ناک! مٹی میں ملے اس کی ناک! (یعنی ایسا شخص قابل مذمت اور بد قسمت ہے) لوگوں نے عرض کیا حضور! کونسا شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔

(حدیقتہ الصالحین، ایڈیشن 2003ء، صفحہ 419 - 420)

کلام امام الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پُر معارف خطبہ عید الاضحیہ میں جو ”خطبہ الہامیہ“ کے نام سے موسوم ہے فرماتے ہیں:

قربانی کی روح اور حقیقت

”اے خدا کے بندو! اپنے اس دن میں جو بقر عید کا دن ہے غور کرو اور سوچو کیونکہ ان قربانیوں میں عقل مندوں کے لیے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ اور ان کو ان قربانیوں پر سبقت ہے کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اور یہ کام ہمارے دین میں ان کاموں میں شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا۔“

حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کے لیے جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمان داری سے ادا کرتا ہے اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لیے قربانی کا نام **قَسْبَانَا** ہے اور **قَسْبَانَا** کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی **قَسْبَانَا** ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع (یعنی شریعت کے مطابق) ہے۔“

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 31 تا 33)

قربانی کا حقیقی فلسفہ

”اصل ”روح“ کی قربانی ہے اور بکروں کی قربانیاں روح کی قربانی کے لیے مثل سایوں اور آثار کے ہیں۔“

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 68)

قربانی ردِّ بلا کا موجب ہے

”قربانیاں وہی سواریاں ہیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں اور خطاؤں کو محو کرتی ہیں اور بلاؤں کو دور کرتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبر خدا ﷺ سے پہنچیں جو سب مخلوق سے بہتر ہیں ان پر خدا تعالیٰ کا سلام اور برکتیں ہوں۔“

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 45)

قربانی کا اجر

”جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کر کے قربانی ادا کی اور صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ ادا کی، اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کے لیے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا۔“

(خطبہ الہامیہ از روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 44)

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تجھے سب زور قدرت ہے خدایا تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا
ہر اک عاشق نے ہے اک بت پایا ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا
وہی آرام جاں اور دل کو بھایا وہی جس کو کہیں رب البرایا

ہو اظاہر وہ مجھ پر پنا لگادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْدَى

مجھے اس یار سے پیوند جاں ہے وہی جنت، وہی دارالاماں ہے
بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے محبت کا تو اک دریارواں ہے

یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْدَى

تری نعمت کی کچھ قلت نہیں ہے تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے

یہ کیا احساں تیرے ہیں میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْدَى

ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبت چیز کیا کس کو بتاؤں وفا کیاراز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیوں کر چھپاؤں یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں

کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْدَى

(ازدو شمین، صفحہ 54)



خصوصی پیغام سیدنا امیر المومنین حضرت

مرزا مسرور احمد

خليفة المسيح الخامس ايده الله تعالى بنصره العزيز

فرمودہ 27 مارچ 2020ء بمطابق 27 امان 1399 ہجری شمسی

بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

جمعے کے روز ایم۔ ٹی۔ اے پر خطبہ سننا، خلیفہ وقت کا خطبہ سننا ایسا ہے کہ جس کی اب لوگوں کو عادت پڑ چکی ہے۔ اگر آج اس وقت میں جماعت سے مخاطب نہ ہوا تو لوگوں کو بعض دفعہ مایوسی بھی ہوتی ہے اور پھر اس کے علاوہ مختلف قسم کی قیاس آرائیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ کسی نہ کسی رنگ میں جماعت سے مخاطب ہو جاؤں اور اس کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا گیا کہ دفتر سے بیٹھ کر ایک پیغام کی صورت میں آپ سے مخاطب ہو جاؤں۔

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا آج جو جمعہ ہے وہ ہم تو نہیں پڑھیں گے اور آئندہ کے لیے کیا طریق اختیار کرنا ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بتا دیا جائے گا۔ لمبا عرصہ ہم جمعہ چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ میرا جماعت سے جیسا کہ میں نے کہا رابطہ بھی ضروری ہے اور آج کل کے حالات میں خاص طور پر

آج کل جو بآء پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے حکومت نے پابندیاں لگائی ہیں۔ دنیا میں بہت ساری حکومتوں نے اور یہاں برطانیہ کی حکومت نے بھی کہ مسجد میں باجماعت نماز ادا نہیں ہو سکتی یا اگر ہو سکتی ہے تو دو یا چند افراد سے زیادہ نہ ہوں اور وہ بھی قریبی لوگ ہوں۔ ابھی قانون واضح نہیں ہو رہا۔ کوئی تشریح کچھ کرتا ہے اور کوئی کچھ کہ یہ صرف جیسا کہ میں نے کہا کہ قریبی رشتے دار ہوں تبھی ہو سکتا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ دوست یا ساتھ رہنے والے ہوں تو وہ بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال ان حالات میں باقاعدہ جب تک واضح نہیں ہو جاتا جمعہ ادا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جمعے میں بھی بعض چیزیں وضاحت طلب ہیں۔ اس لیے میں نے آج مشورے کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے کہ دفتر سے ہی خطبے کے بجائے ایک پیغام کی شکل میں آپ سے بات کر لوں اور مخاطب ہو جاؤں۔ جمعہ باقاعدہ نہ پڑھا جائے۔

اور بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے وکلاء اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ مشورے کے بعد ان شاء اللہ اس کا ہم حل نکال لیں گے۔

افرادِ جماعت کو بھی میں یہ کہوں گا کہ جیسا کہ مسجد میں آنے پر حکومت نے اس بیماری کی وجہ سے جہاں پابندی لگائی ہے یا پابندی تو نہیں لگائی مثلاً یہاں یو کے میں یہ ہے کہ انفرادی طور پر مسجد میں آکر نماز پڑھ سکتے ہیں یا چند فیملی ممبران بھی آکر نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن وہاں یہی ہے کہ فاصلہ اتنا ہو کہ جو حکومت نے بتایا ہے کہ آپس میں قریبی رابطہ نہ ہو لیکن اس کے باوجود باجماعت نماز اس طرح نہیں پڑھی جاسکتی کہ سارے اکٹھے ہو کے آئیں۔ تو ایسی صورت میں گھروں میں احبابِ جماعت کو چاہیے کہ باجماعت نماز کا اہتمام کریں اور جمعہ بھی گھر کے افراد مل کر پڑھیں اور ملفوظات میں سے یا جماعتی کتب میں سے یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری کتب میں سے یا الفضل میں سے یا الحکم سے یا کسی اور رسالے سے کوئی بھی اقتباس پڑھ کر خطبہ دیا جاسکتا ہے اور گھر کے افراد میں سے کوئی بالغ لڑکا یا مرد جمعہ بھی پڑھا سکتا ہے۔ جمعہ کو بہر حال لمبا عرصہ ترک نہیں کیا جاسکتا۔ جب گھروں میں لوگ جمعہ پڑھائیں گے اور اس کی تیاری کریں گے تو خطبے کے لیے مطالعہ کریں گے۔ اس سے علم بھی بڑھے گا اور یوں حکومتی پابندی کی وجہ سے گھر بیٹھنا بھی دینی اور روحانی فائدے کا موجب ہو جائے گا، علمی فائدے کا موجب ہو جائے گا۔ بلکہ الحکم نے آج کل جو لوگوں کی رائے کا سلسلہ شروع کیا ہے کہ ہم اس پابندی کی وجہ سے گھر بیٹھ کر کس طرح وقت گزارتے ہیں، اس میں اکثر لوگ یہ لکھ رہے ہیں کہ جماعتی قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور جماعتی لٹریچر پڑھ کر ہم اپنے علم میں اضافہ کر رہے ہیں اور بہت سے تبصرے تو آج کل مختلف دنیاوی سائنس پر دنیا دار بھی کر رہے ہیں کہ اس وجہ سے ہمیں بھی اپنی گھریلو زندگی کو، اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کی توفیق مل رہی ہے اور ہماری گھریلو زندگی واپس آگئی ہے۔ پس ہمیں بھی اپنی گھریلو زندگی کو، اپنی حالتوں کو سنوارتے ہوئے اور

بچوں کی تربیت کرتے ہوئے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایم۔ ٹی۔ اے پر بڑے اچھے پروگرام آتے ہیں۔ کچھ وقت ان پروگراموں کو بھی اکٹھے بیٹھ کر دیکھنے کی کوشش کریں۔

اور اس کے علاوہ حکومت نے عوام کی بہتری کے لیے جیسا کہ پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں آپ کی صحتیں قائم رکھنے کے لیے جو ہدایات دی ہیں، جو قانون بنائے ہیں اس کی بھی پوری پابندی کریں اور سب سے بڑھ کر جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبات میں کہا تھا کہ دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو ہم جذب کر سکتے ہیں اور اپنی روحانی اور جسمانی حالت کو صحت مند کر سکتے ہیں اور یہی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار نصیحت فرمائی ہے اور ایسے حالات میں بھی یہی نصیحت فرمائی ہے کہ سب سے زیادہ ضروری بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دل کو صاف کریں اور نیک اعمال میں مصروف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کا ایک بہت بڑا ہتھیار دیا ہے۔ ہمیں اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

جہاں تک جمعہ نہ پڑھنے کا سوال ہے بعض حالات میں باجماعت نماز اور جمعے کی بعض حدیثوں سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ چھوڑے جاسکتے ہیں۔ مثلاً بخاری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بارش والے دن میں اپنے مؤذن سے فرمایا کہ تم اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ کہو تو اس کے بعد حتی علی الصلوٰۃ نہ کہنا بلکہ صلوا فی بیوتکم کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو کے الفاظ کہنا۔ پس یہ بات گویا لوگوں کو نئی لگی اور انہوں نے اس پر تعجب کیا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہی فعل انہوں نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھے۔ اگرچہ جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو اس تکلیف میں ڈالوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب الرخصۃ لمن لم یحضر الجمعۃ فی المطر حدیث 901)

میں حضور ﷺ نے عذر کی تفسیر خوف اور بیماری سے فرمائی۔ یہ سنن ابو داؤد میں درج ہے۔ (سنن ابو داؤد کتاب الصلاة باب التشديد في ترك الصلاة حديث: 551)

بہر حال یہ بیماری جس میں بیماری پھیلنے کا بھی خطرہ ہے اور جس کے لیے حکومت نے بھی بعض قواعد اور قانون بنائے ہیں اور ملکی قوانین کے تحت ان پہ چلنا بھی ضروری ہے، ان صورتوں میں جمع ہونا، ایک جگہ جمع ہونا اور نماز باجماعت ادا کرنا یا جمعہ پڑھنا مشکل ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا اپنے گھروں میں نماز باجماعت کی عادت ڈالیں اس سے جہاں بچوں کو یہ علم ہو گا کہ نمازیں پڑھنا ضروری ہیں اور باجماعت پڑھنا ضروری ہے اور آج کل کے حالات کی وجہ سے ہم مسجد نہیں جاسکتے لیکن اس فرض کو اپنے گھروں میں نبھانا ضروری ہے، اس کو پورا کرنا ضروری ہے، اس طرف خاص طور پر توجہ دیں۔ بعض دفعہ سفر میں ایسے حالات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی آئے تھے جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ ادا نہیں کیا۔ (الفضل مؤرخہ 24 جنوری 1942ء صفحہ 1 جلد 20 شمارہ 21)

تو بہر حال بہت ساری ایسی روایات ہیں جن سے اس بارے میں وضاحت ہوتی ہے کہ متعدی بیماریوں میں جمع ہونا یا بیماریوں میں ایک دوسرے سے ملنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے لیے علیحدہ رہنا چاہیے اور علیحدہ رکھو۔

بہر حال جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہم مستقل تو یہ نہیں چھوڑ رہے اور اس کے لیے متبادل انتظام بھی کر رہے ہیں کہ گھروں میں جمعہ ادا کریں۔ میں بھی کوئی انتظام کرنے کی کوشش کروں گا۔

اب یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس وباء سے دنیا کو جلد پاک کرے اور سب دنیا کو انسانیت کے تقاضے پورے کرنے والا بنائے اور سب خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ **السلام عليكم ورحمة الله وبركاته**

سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل 17 اپریل 2020

مسلم میں بھی یہ روایت بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اس طرح آئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بارش والے دن میں اپنے مؤذن سے فرمایا کہ تم **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور **أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** کہو تو اس کے بعد **حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ** نہ کہنا بلکہ **صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ** کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو کے الفاظ کہنا۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کو یہ بات نئی لگی تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو۔ یہ کام انہوں نے کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے۔ اگرچہ جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں اس حال میں نکالوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔ (صحیح مسلم کتاب الصلاة باب الصلاة في الرجال في المطر حديث 699)

علامہ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں بارش وغیرہ کی مجبوری کی بناء پر جمعے کو ساکت کرنے کی دلیل موجود ہے اور یہی مسلک ہمارا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہی مسلک ہمارا ہے اور دوسرے فقہاء کا ہے جب کہ امام مالک کا موقف اس کے خلاف ہے۔ **وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصُّوَابِ**۔ (المسحاج شرح صحیح مسلم جلد 5 صفحہ 208 مطبوعہ المصریہ بالازہر 1347ھ)

اسی طرح فقہاء نے جمعہ اور باجماعت نماز کو ترک کرنے کے عذروں میں ایسی بیماری جس کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونا مشکل ہو اس کو شامل کیا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں کسی قسم کی تنگی روا نہیں رکھی۔ اسی بنا پر حضور ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ مسجد جانے سے رک گئے اور فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے۔ یہ صحیح بخاری میں بھی ہے اور مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب اهل علم والفضل احق بالامامة حديث 680-681) (صحیح مسلم کتاب الصلاة باب استخفاف الامام اذا عرض له عذر حديث 419)

اسی طرح کسی بیماری کے پیدا ہونے سے خوف زدہ شخص بھی معذور قرار دیا ہے اور اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت ہے جس

لجنہ اماء اللہ ناروے کی طرف سے مورخہ 6 دسمبر 2019ء کو منعقد کیے گئے نعتیہ مشاعرہ میں

نعتِ رسول مقبول ﷺ

(طیبہ رضوان – مجلس ادورے روے ریکے)

محمد جو ہمارا راہبر ہے
براہمی دعاؤں کا ثمر ہے

تھی جس کی منتظر دنیا ازل سے
وہی ظلمات میں نور سحر ہے

سبھی نبیوں سے ارفع شان اس کی
وہی ختم المرسل، خیر البشر ہے

لگا دیتی ہے پار اس کی اطاعت
کٹھن ورنہ بہت یہ رہ گزر ہے

درد مصطفیٰ تعویذ وہ ہے
بلاؤں، آفتوں میں جو سپر ہے

ملی اس کے مسیحا کو جو برکت
اسی کے فیض کا ہی تو اثر ہے

غلام مصطفیٰ کی ہیں جماعت
ہمیں بھی ناز اسی اک بات پر ہے

شفاعت ان کی پائیں حشر میں ہم
یہی امید بس پیش نظر ہے

شاہراہِ نور سے مقامِ نور

(غارِ حرا) تک

(نبیلہ رفیق - مجلس بسکے رود)



ہمیشہ سے ہماری بھی ایک خواہش اور حسرت تھی کہ کبھی ہمیں بھی موقع ملے اور ہم بھی ان راہوں پر قدم رکھتے ہوئے وہاں تک جائیں جس جگہ کے متعلق سنتے آئے ہیں کہ وہاں سے نورِ نبوت پھوٹا تھا۔ گو کہ اس سے پہلے بھی الحمد للہ تین مرتبہ مکہ معظمہ جانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ دو مرتبہ عمرہ اور طواف کی ادائیگی کی اولین ترجیح کے بعد ارادہ اور پروگرام تو یہی تھا کہ سب سے پہلے غارِ حرا جانا ہے مگر کامیابی نہ ہو سکی اور اس ناکامی کا سہرا ہمارے پاکستانی اور عربی ٹیکسی ڈرائیوروں کے سر رہا جنہوں نے اپنی دیانتداری کا ثبوت دیتے ہوئے ہمیں دونوں مرتبہ دھوکے میں رکھا۔ تیسری مرتبہ کا سفر، سفر حج تھا جس میں مناسک حج کی مصروفیات کی وجہ سے ہمارے لیے جبلِ نور کا سفر ممکن نہیں تھا۔ اس مرتبہ یعنی فروری 2020ء میں جب کہ ہمارے قافلے میں چار افراد شامل تھے، ہم گزشتہ تجربات کے ڈسے ہوئے تھے، پروگرام یہ بنایا کہ مکہ پہنچتے ہی سب سے پہلے روز ایک عمرہ کریں گے پھر اگلے روز غارِ حرا کے سفر کو روانہ ہو جائیں گے تاکہ اس مرتبہ اگر کسی ڈرائیور بھائی نے ہمیں اپنی مومنانہ شان دکھاتے ہوئے دھوکہ دے دیا تو کم از کم مزید دن تو ہمارے پاس ہوں گے جنہیں ہم دوبارہ کوشش کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس مرتبہ ہم نے ٹیکسی بلائی اور اس پر خوب اپنے جغرافیائی علم کا رعب ڈالا کہ ہم مکہ کے آس پاس تمام مبارک زیارات کو پہچانتے ہیں، بس ہمیں تم شاہراہِ نور تک لے جاؤ۔ یہ والا طریق چل گیا ویسے بھی وہ بھلامانس ڈرائیور تھا، ہمیں شاہراہِ نور تو کیا

مکہ مکرمہ کے نواح میں کوئی اڑھائی میل کے فاصلہ پر بہت ہی بابرکت اور نوروں نہلایا ایک پہاڑ ہے جس پر تقریباً پندرہ سو برس قبل خدا کے نور کی خاص تجلی کا ظہور ہوا۔ پہاڑ کو عربی زبان میں جبل کہتے ہیں، جب سے اس پہاڑ پر اس تجلی کا ظہور ہوا تب سے اس مقدس پہاڑ کو جبلِ نور کے مبارک نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔ جبلِ نور کی مقدس کوکھ میں ایک ایسی تاریخ ساز غار ہے جس کا نام نامی ”غارِ حرا“ ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جبلِ طور میں جمالی شریعت تورات کا نزول ہوا تھا، اسی طرح ”غارِ حرا“ بھی تقدس اور تبریک ہے، جو عالمی اور دائمی شریعت قرآن مجید کے نزول کے آغاز کا منبع ہونے کی وجہ سے اپنی شان اور آن میں جبلِ طور سے کم نہیں۔

ہمارے آقا و مولیٰ، حبیبِ کبریا، سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم امانت کا بارگراں اٹھانے سے قبل اس غار میں دنوں، ہفتوں، عشروں اور مہینوں تن تنہا خدائے واحد کی عبادت میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ انہی بابرکت لمحات میں حضرت جبرائیل امین اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ انسان کو نور کے فوارے بنا کر سارے عرب اور پھر تمام دنیا پر پھوار کر ڈالی، کی زیارت کی تمنا خاکسار ناچیز کے علاوہ ہر مسلمان کے دل میں چٹکیاں لیتی ہے۔ چند ماہ قبل میری یہ دلی تمنا رنگ لائی۔ میں اپنے اس مقدس سفر کے لمحات کو قارئین کے ساتھ شیئر کرنا چاہوں گی۔

اس سے بھی آگے جہاں سے پہاڑ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے وہاں تک لے گیا لیکن وہی نہیں اور بھی گاڑیاں تھیں جو تنگ، ڈھلوانی اور پھسلنی لگیوں پر سے ادھر سے ادھر ایک دوسرے سے بچ بچا کر بالکل پہاڑ کے نیچے تک مسافروں کو اتار رہیں تھیں۔ خیر! ہم بھی اترے، قریبی دوکانوں سے ٹھنڈے پانی کی بند بوتلیں خریدیں اور پہاڑ کی طرف چل پڑے۔ پہاڑ کے نیچے کھڑے ہو کر کچھ خوشی، خوف، یقین، کچھ پالینے کا عزم پیہم اور منزل تک پہنچنے کے جذبے کے ملے جلے احساسات سے جبل نور کی بلند قامت، طوالت اور وقار ماننے کی ناکام کوشش کی اور ایک دوسرے کو پہلے آپ، پہلے آپ کہتے ہوئے چڑھائی کی طرف چل پڑے۔ پہلے پندرہ منٹ تو رفت بھرے لہجے سے دُنیا کے سب سے حسین اور اس راہ کے شاندار سب سے پہلے مسافر پر درود بھیجتے ہوئے گزر گئے۔ کچھ دور جا کر سیڑھیاں شروع ہو گئیں۔ ایسے لگا بس اب تو یہ بہت آسان ہے کچھ منٹ سیڑھیاں آسان لگیں مگر چند منٹ بعد گنتی بھول گئی کیونکہ سانسیں بھی تو اپنا توازن بھول رہی تھیں۔ اوپر آسمان پر سورج اپنی پوری شدت سے ہمیں گھور رہا تھا۔

ایک دوسرے کو تسلی اور قریب ہی ہے کا دلاسا دیتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔ کچھ اور آگے بڑھے تو ایسے لگا جیسے اب پہاڑ ختم ہو گیا ہے بس تھوڑا سا فاصلہ ہی اور ہو گا کیونکہ آگے پہاڑ کی اونچائی نظر نہیں آرہی تھی۔ دل میں اطمینان سا ہو گیا۔ اتنے میں واپس آتے ہوئے کچھ لوگ گزرے اُن سے پوچھا کہ بس اب تو تھوڑا سفر رہ گیا ہے نا؟ وہ مسافر مسکرائے اور بولے نہیں جی! ابھی بہت آگے جانا ہے۔ ”سوال کیا کہ پہاڑی تو ختم ہو گئی ہے اب نظر نہیں آرہی“۔ جواب ملا ”آگے جاؤ خود معلوم ہو جائے گا۔“ یہ تسلی نہیں تھی، تسلی کے علاوہ اور بہت کچھ تھا مگر اللہ تعالیٰ سے ہم نے بھی امید لگا رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے حبیب کے صدقے اتنی طاقت ضرور دے دے گا کہ ہم اوپر تک پہنچ جائیں۔

اونچائی کی طرف بڑھتی ہوئی لمبی سیڑھیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کہیں سے ٹوٹی کہیں سے ثابت یہ سیڑھیاں جو لحظہ بہ لحظہ ہماری توانائی کو ناتوانی میں بدل رہی تھیں کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہیں۔ زائرین کی ایک اچھی خاصی تعداد سیڑھیوں کے دونوں

اطراف میں اترائی اور چڑھائی کے عمل میں مصروف تھی۔ کہیں کہیں لیموں کارس یعنی اسکنجین کے ٹھنڈے گلاس بک رہے تھے۔ دوکاندار تازہ رس نکال کر دیتا تھا۔ ہر جگہ رُک کر پینا بھی بہت ضروری تھا۔ پرنڈوں کا دانہ بیچنے والے بھی راہ میں دانے کی پوتلیاں لیے بیٹھے تھے۔ چند ایک سوالی بھی تھے جو محض زائرین کو محمد ﷺ کا واسطہ یاد کرانے کے لیے بیٹھے تھے، ان کے پاس زائرین کو محمد ﷺ کی محبت کا واسطہ دینے کی خوبصورت لفاظی موجود تھی۔ ان تین قسم کے تاجروں کے علاوہ نور کی اس راہ پر ایک اور تجارت بھی ہو رہی تھی جس کی تفصیل بیان کرنا بہت ضروری ہے۔ ایسی تجارت جسے چلانے والے خدمتِ خلق کا نام دیتے تھے۔ سب سے پہلے جب ہمیں سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے ایک سیڑھی آدھی نئی سیمنٹ سے بنی ہوئی نظر آئی تو ہم ذرا سا رُکے کہ سیمنٹ کہیں گیلا تو نہیں۔ پاس کھڑے ایک مزدور نما شخص جس کے ہاتھ میں سیمنٹ لگانے والا کھرپہ اور پاس ہی ایک تغاری میں تھوڑا سا گیلا سیمنٹ تھا، نے کہا کہ گزر جائیں یہ آپ کے لیے ہی بن رہا ہے اور ہر زائر کو یہ کہتے کہ ہم نے نور کے اس راستے میں جہاں ہمارے پیارے آقا کا گزر ہوتا تھا، اُن کے پیروکاروں اور اُن کی محبت میں آنے والے زائرین کے لیے راستے کو آسان بنانے کی خدمت شروع کر رکھی ہے۔ ہم نے کچھ حیرت اور کچھ تجسس سے پوچھا کہ ”کیا آپ مزدور ہو اور اس وقت اپنی جاب پر ہو؟“ جواب ملا ”نہیں، ہم یہ محض خدمتِ خلق کر رہے ہیں تاکہ زائرین کو سیڑھیاں چڑھنے میں آسانی ہو۔ ایک بوری سیمنٹ کی اتنے درہم کی آتی ہے (رقم خاکسار کو یاد نہیں رہی) اگر کوئی محمد ﷺ کے صدقے ایک بوری سیمنٹ کی رقم دے دے تو انہیں یقیناً ثواب ملے گا۔“ ایک صاحب نے اپنا نام محمد طفیل بتایا۔ ہم نے جناب محمد طفیل صاحب سے تھوڑی سی بحث کی کہ یہ کام تو گورنمنٹ کا ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ گورنمنٹ نے ایک مرتبہ بنا دیا ہے اب وہ توجہ نہیں دے رہی تو ہم تو خدمتِ خلق کر رہے ہیں۔ وہاں نذرانہ دے کر کچھ آگے بڑھے تو ایک اور صاحب محمد علی بھی اسی پوزیشن میں کھڑے تھے۔ سب سے اوپر جب ہم کچھ تھکاوٹ اور زیادہ اس سوچ کے بوجھ کے نیچے دبے ہوئے منزل تک پہنچنے کے قریب

تھے کہ آخر ہمارے پیارے آقاؑ کس طرح اس پتھر لے پہاڑ پر بغیر سیڑھیوں کے اوپر جاتے ہوں گے۔ بالکل آخری سیڑھی پر ایک اور صاحب بھی آدھی سیڑھی بنا کر باقی آدھی کے سیمنٹ کا معاوضہ وصول کرنے کے انتظار میں تھے۔ دو، تین اور بھی تھے جن سے ہم مخاطب نہ ہو سکے کیونکہ وہ کسی اور کے ساتھ مصروف تھے۔ ہر تھوڑی دیر بعد ہم لوگ سانس لیتے، اوپر پہاڑ کو دیکھتے مگر پہاڑ تو ماشاء اللہ ختم ہی ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ بہت اوپر جا کر پھر نیچے کی طرف سیڑھیاں اترنا شروع ہوئیں کچھ موڑ آئے، پھر دوبارہ پہاڑ کی چڑھائی شروع ہو گئی۔

جب بھی تھک کر کچھ دیر کو رکتے، پہاڑ کے چاروں طرف کے نظارے دیکھتے تو دل میں بار بار ایک ہی خیال آتا جو سوال بن کر زباں پر آجاتا، جس کا شاید ہمیں کبھی بھی جواب نہیں ملے گا کہ آخر کیا وجہ ہو گی کہ مکہ کی قریبی پہاڑیاں اور غاریں چھوڑ کر حضور ﷺ نے عبادت کے لیے یہ جگہ منتخب کی جہاں گہری خاموشی اور تنہائی تھی جب کہ اس وقت نہ کوئی میوزک کا شور تھا اور نہ ہی کثرتِ افراد اور ہجوم کی گہما گہمی تھی۔ ایسے میں شہر سے دور آ کر ایک



اندھیری تاریک غار میں کئی کئی دن گزارنا۔ عبادت کسی قریبی پہاڑی پر بھی ہو سکتی تھی مگر اللہ تعالیٰ کے بھید وہی جانے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت تھی؟ یہ تو وہی جانتا ہے۔

تاریخ اسلام میں نبوت کے بعد کے آنحضرت ﷺ کی ذاتی شجاعت و جرأت کے بہت سے واقعات لکھے ہیں جو خارق عادت تصور کیے جاتے ہیں مگر غارِ حرا کی گھمبیر خاموشی اور تاریکی میں راتیں گزارنے کا یہ واقعہ تو نبوت سے پہلے کا ہے۔ کوئی تو ایسی طاقت تھی جو آپ کو نبوت سے پہلے

بھی عطا کر دہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی تاریخ اسلام سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بعض دفعہ کھانا دینے یا کسی اور کام سے حضور ﷺ کے پاس غارِ حرا میں آئے تھے۔ واللہ اعلم یہ بات کہاں تک درست ہے۔ تاریخ کی کتب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق بھی لکھا ہے کہ وہ بھی ایک آدھ مرتبہ غارِ حرا میں تشریف لائیں تھیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس تو یقیناً نبوت سے پہلے بھی کوئی خاص خدا کی طرف سے طاقت ہو گی مگر ان کے غلام اور زوجہ مظہرہ کے ساتھ بھی خدا کی طرف سے کوئی خاص مدد شامل حال تھی،

اللہ اکبر۔ جب سے تاریخ اسلام پڑھنے اور سمجھنے کا شعور ملا ہے غارِ ثور اور غارِ حرا والے واقعات کو پڑھتے اور سنتے ہوئے انسان ایک لمحے کو ٹھٹھکتا ضرور ہے کہ کیسے کوئی انسان رات کی تاریکی میں ان غاروں میں جا کر رہ سکتا ہے لیکن غارِ حرا تک پہنچ کر یہ خیال ضرور آیا ہے کہ غارِ ثور میں تو حضور ﷺ کے ساتھ ان کے یارِ غار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، دن کے وقت حضرت عبد اللہؓ بھی آتے رہے، عامر بن فہیرہ بھی بکریاں چرانے کے بہانے آئے مگر

غارِ حرا تو بالکل ایسی جگہ پر ہے جہاں کی آواز بھی کسی آبادی والی جگہ پر نہ جاسکتی تھی۔

آخر کار منزل آگئی۔ ہم سانسیں اور اپنے جذبات مجتمع کرتے ہوئے لوگوں کے ہجوم کی طرف بڑھے جہاں ایک چائے خانہ ہے اور ایک تھڑاسا نماز پڑھنے کے لیے بنا ہوا ہے۔ ہماری نظریں غار کو تلاش کر رہی تھیں۔ کچھ اور آگے بڑھے، بہت سے لوگ لوہے کے ایک جنگلے پر جھکے ہوئے تھے، ابھی تک تو ہمارے لیے اشتیاق ہی تھا کہ اس غار کو دیکھنا ہمیں کیسا معلوم ہو گا جہاں سے اسلام کا نور پھوٹا تھا۔ کیا ہم وہاں

کہ یہ خاتون مجھ سے زیادہ رسولِ خدا سے محبت کرتی ہیں۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ وہ غار کی طرف چل پڑیں۔ غار کی طرف جانے والی سیڑھیاں الگ ہیں کیونکہ جہاں سے ہم غار دیکھ رہے تھے اس سے دس پندرہ سیڑھیاں اور نیچے کی طرف تھیں اور اس کے بعد غار کی طرف رستے کا رخ مڑتا تھا۔ وہ خاتون مجھ سے کہنے لگیں کہ تم نیچے نہیں گئی، میں تو جا رہی ہوں۔ میں نے ذرا آگے ہو کر دیکھا کہ چند سیڑھیاں ہیں جو نیچے جا رہی ہیں اور کچھ بوڑھی خواتین غار کی زیارت کر کے واپس اوپر کو چڑھ رہی ہیں۔ اتنے میں میری ساتھی واپسی کی طرف مڑ گئی تھیں۔ مجھے میرا تجسس سیڑھیوں کی طرف لے گیا، کچھ اور آگے بڑھی۔ غار تک پہنچنا تو میرے بس میں نہیں تھا نہ ہی ارادہ تھا، ویسے بھی غار تک جانے کا رستہ تین بڑے بڑے گول پتھروں سے ڈھکا ہوا ہے جو انتہائی تنگ رستہ ہے۔ اب یہ بات ہمیں کون بتائے کہ کیا آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی یہ رستہ ایسا ہی تھا یا وقت نے چھت کے پتھر سرکار رستہ تنگ کر دیا ہے (واللہ اعلم)۔ اس جگہ ایک تخت رکھا تھا جہاں ایک زائر خاتون نوافل ادا کر رہی تھیں، میرے حساب سے یہ جگہ بالکل غار کا پچھواڑہ بنتی تھی۔ اب مجھے کچھ یاد نہیں رہا کہ میرے ساتھ میرے ساتھی بھی ہیں، ایک جذب کی کیفیت میں، میں وہیں کھڑی تھی جہاں ایک تنگ رستہ تھا اور زائرین غار تک جا رہے تھے۔ یہ غار سارا پہاڑ گزر کر بالکل کونے میں پہاڑ کے پہلو میں تین بڑے بڑے پتھروں کے درمیان پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور نہ ہی چٹانوں کے درمیان بلکہ اس تک پہنچنے کے لیے ساٹھ ستر میٹر نیچے مغرب کی سمت جانا پڑتا ہے۔ نشیب میں اتر کر راستہ پھر بلندی کی طرف جاتا ہے جہاں غارِ حرا واقع ہے۔ غار پہاڑ کے اندر نہیں بلکہ اس کے پہلو میں تقریباً خیمے کی شکل میں اور ذرا باہر کو ہٹ کر ہے۔ بادیِ النظر میں ایسے لگتا تھا جیسے تین چٹانی تختے ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ٹکے ہوئے ہیں کہ مثلث جیسے منہ والا غار بن گیا ہے۔ ایک بات بعد میں معلوم ہوئی کہ غار کا رخ ایسا ہے کہ سارے دن میں سورج اندر نہیں جھانک سکتا۔

میں نے بھی سوچا غار نہ سہی اس جگہ بھی تو آنحضرت ﷺ کھڑے ہوتے ہی ہوں گے یا گزرتے ہوں گے، میں نے بھی ان خاتون کے

نوافل ادا کر سکیں گے یا نہیں؟ اس جنگلے تک پہنچے تو عجب منظر نظر آیا۔ جنگلے سے نیچے زائرین کا ایک جم غفیر تھا جو غار کے منہ کے آگے اپنے نوافل کی ادائیگی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ عورتیں بھی اور مرد بھی۔ ہم لوگ جنگلے کے ساتھ بیٹھ گئے اور نیچے اس محبت اور جذبے سے پرجوش ہجوم کو دیکھتے رہے۔ جنگلے کے ساتھ اس لیے بیٹھ گئے کہ ٹھیک ہے رسولِ خدا سے محبت تو ہمیں بھی ہے، ہم بھی خرابیِ صحت، گھٹنوں اور پیروں کی تکالیف کے باوجود یہاں آنے کی تمنا لیے پہنچے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہاں پہنچنے میں ہمارا کوئی ہاتھ یا بہادری نہیں، یہ تو ہمارے خالق و مالک نے ہمارے بزرگوں کی کوئی نیکی قبول کر لی ہے اور ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے یہاں تک لے آیا ہے ورنہ اپنے میں تو یہ ہمت نہیں تھی۔ چڑھائی چڑھتے ہوئے راستے میں بار بار سوچا کہ بس کر دوں یہیں بیٹھی رہوں۔ میرے ساتھی ہمت والے ہیں وہ جائیں، میں یہیں بیٹھ کر حبیبِ کبریا پر درود بھیجتی رہتی ہوں شاید اللہ تعالیٰ میرا آج کا درود قبول کر لے۔ راستہ تو وہی ہے نا جہاں سے محمد مصطفیٰ ﷺ آیا اور جایا کرتے تھے اور جہاں سے نبوت کا وہ بوجھ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اگر میں یہ بوجھ پہاڑوں پر ڈالتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے“ تن تہا اٹھا کر اترے تھے۔ جبرائیلؑ تو آپ ﷺ پر بوجھ ڈال کر چلے گئے تھے۔ جبلِ حرا سے واپس بھی تو آنا تھا۔ بات ہو رہی تھی غارِ حرا کے باہر کے ہجوم کی۔ بہر حال بہت سے لوگ ایسے تھے جن کو پسند نہیں تھا کہ اتنی دھکم پیل کر کے اندر جایا جائے کیونکہ یہاں بھی حجرِ اسود والا حال ہو رہا تھا۔ ہم نے وہیں بیٹھے بیٹھے غار کے دہانے کو اپنی نظروں میں سمو یا اور درود شریف پڑھتے رہے۔ جب واپس جانے کے ارادے سے اٹھ کر واپسی کے لیے کھڑے ہوئے تو سامنے کھڑی ایک خاتون نے مجھے پہچانا، میں نے ان کو پہچانا اور پوچھا کہ یہاں پہنچ گئی ہو۔ انہوں نے فاتحانہ انداز سے سر ہلایا۔ وہ جس جذبے سے سرشار تھیں انہیں دیکھ کر مجھے رشک آ رہا تھا یہ کیسے یہاں پہنچ گئی ہیں۔ رستے میں میں نے ان کو اٹھائیں کرتے دیکھا، انہیں جو س پلایا، ان کے ہوش بحال ہوئے اور بہت سمجھایا کہ بس اب اور اوپر مت جانا۔ ان کو میری بات سمجھ آ گئی تھی لیکن اب انہیں دیکھ کر سخت حیران ہوئی اور مجھے ماننا پڑا

ساتھ نوافل ادا کرنا شروع کر دیے۔ نفل پڑھ کر گردن گھمائی تو میری ایک مہربان ساتھی میرے انتظار میں میرے پاس کھڑی تھی۔ میں نے اس سے کہا اب یہاں تک آگئے ہیں، غار کے دہانے تک جانا بوجہ رش ہمارے لیے ممکن نہیں تو کیوں نہ چھت پر چڑھ کر دیکھیں۔ اس سوچ کے ساتھ ہی میں نے اپنے سامنے کے پتھروں پر قدم رکھے، کچھ اور آگے بڑھے بالکل دو، اڑھائی میٹر کی چٹان پر چڑھ کر ذرا آگے بڑھے تو سامنے غار کے دہانے پر کھڑا نجوم نظر آگیا گویا اب میں غارِ حرا کی چھت پر تھی۔ غارِ حرا کی وہی چھت جس پر جبرائیل اترے تھے جنہوں نے محمد ﷺ کو نبوت کا پیغام دیا تھا، جنہوں نے محمد ﷺ کو اقراء پڑھنے کو کہا اور پھر پڑھ کر سنایا تھا۔ اُس چھت پر میرے جیسی گناہگار، کم ہمت، کمزور اور خطاؤں سے پُر جھنگ کی مٹی میں پیدا ہونے والی کھڑی تھی۔ میرے جیسی کم مایہ ہستی کے لیے یہ بہت بڑا معجزہ تھا۔ (سنا ہے کہ غار میں قبلہ رخ ایک دراڑی ہے جہاں سے خانہ کعبہ نظر آتا ہے)، یہ بات کہاں تک درست ہے، جو لوگ اندر گئے ہوں گے انہیں زیادہ علم ہو گا۔ ہو سکتا ہے ایسا ہو کیونکہ غار تک پہنچ کر تو مسجد الحرام کے منارے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک جب اس کے گرد اونچی اونچی عمارتیں نہیں تھیں تب خانہ کعبہ بھی صاف نظر آتا تھا۔ اب واپسی کا سفر شروع ہوا مگر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ واپسی آسان ہے۔ ہر گز نہیں، ہاں سفر قدرے تیز ہے مگر اترنا آسان نہیں کیونکہ اترتے ہوئے گھٹنے زیادہ پریشان کرتے ہیں۔ اوپر جاتے ہوئے کچھ چیزیں نظروں میں نہیں سمائیں یا شاید منزل پر پہنچنے کا بوجھ ذہن پر سوار تھا اس لیے کچھ رہ گیا۔ اترتے ہوئے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں تھا، محض ایک خوشی اور تشکر کا احساس تھا اور واپسی میں غور کیا تو ایک بڑی پرات کے جتنا بیضوی شکل کا مٹی گارے سے لپا ہوا ایک ننھا سا چھوٹا سا حوض دو چار جگہوں پر بنا ہوا تھا اور ان میں پانی بھی تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے حوض بہت ہی اچھے لگ رہے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ لوگوں نے پرندوں کے پانی پینے کی جگہیں بنا رکھی ہیں۔ پانی کی یہ کھلی مٹی کی بنی ہوئی سبیلیں جو انسانوں کے لیے نہیں پرندوں کے لیے تیار کی گئی تھیں پہاڑ کے بہت اوپر بلکہ بالکل آخری حصے پر بنائی گئی تھیں۔ شاید اس لیے کہ شروع کارستہ تنگ ہے اور بالکل آخر میں جا کر پہاڑ قدرے چوڑا ہے

جہاں مقامی لوگوں کو اپنی سوچ اور محمد ﷺ کی محبت میں مخلوقِ خدا کے لیے کچھ نہ کچھ کرنے کا موقع ملتا رہتا ہو گا۔

اس سارے سفر میں وہاں رکنا، نوافل ادا کرنا، جگہ جگہ سانس لینا، تصاویر لینا، نمازِ ظہر و عصر ادا کرنا اور واپس نیچے جانے تک پورے چار گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ایک بات جو بڑی شدت سے محسوس کی گئی اور اب بھی کبھی ذہن اس طرف چلا جائے تو ایک خیال آتا ہے کہ چڑھائی چڑھتے ہوئے اور اترتے ہوئے تمام وقت میں ہم نے محسوس کیا کہ دو سے تین لوگ غالباً مشرقی یورپ کے باشندے تھے۔ اس کے علاوہ ننانوے فیصد زائر پاکستان کے دیہاتی علاقوں کے تھے۔ عمامے پہننے والے بھی نہیں تھے۔ ہاں پاکستان کی ایسی خواتین تھیں جو وہاں بھی چادریں ہی لیتی ہوں گی، یہاں آنے والی بھی زیادہ تر چادروں میں ہی لپٹی ہوئی تھیں۔ ان زائرین میں بہت کم لوگ ایسے تھے جو پاکستان کے ماڈرن یا تعلیم یافتہ شہری کہلائے جاتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غار کے متعلق لکھتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ کی عمر جب تیس سال سے زیادہ ہوئی تو آپ ﷺ کے دل میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی رغبت پہلے سے زیادہ جوش مارنے لگی۔ آخر آپ ﷺ شہر کے لوگوں کی شرارتوں، بدکاریوں اور خرابیوں سے متفرق ہو کر مکہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کی چوٹی پر پتھروں سے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی غار میں خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے لگ گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چند دن کی غذا آپ ﷺ کے لیے تیار کر دیتیں۔ آپ ﷺ وہ لے کر حرا میں چلے جاتے تھے اور ان دو تین پتھروں کے اندر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں رات اور دن مصروف رہتے تھے۔“

آگے لکھتے ہیں: چالیس دن ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک کشفی نظارہ دیکھا کہ ایک شخص آپ ﷺ کو مخاطب ہو کے کہتا ہے ”پڑھئے“ آپ ﷺ نے فرمایا، میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ اس پر اُس نے دوبارہ اور سہ بارہ کہا اور آخر پانچ فقرے اس نے آپ ﷺ سے کہلوائے۔ یہ وہ قرآنی ابتدائی وحی ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام دنیا کو اپنے رب کے نام پر جس نے تجھ کو بھی اور سب مخلوق کو بھی پیدا کیا ہے پڑھ کر آسمانی پیغام سنا دے۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 113)

قربانی کا فلسفہ

(بشریٰ خالد - مجلس فولو)

قربانی کا مفہوم

قربانی کا مطلب ہے ذبیحہ کرنا، نذر و نیاز پیش کرنا یعنی ایسے نیک اعمال جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت حاصل ہو۔ قربانی کا نام عربی میں نسیکہ ہے اور نُسک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نُسک ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی استعمال ہوتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع ہے۔ اصل قربانی اپنی عزیز ترین متاع کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دینے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت اور کامل بندگی کا نام ہے۔ قربانی تسلیم و رضا صبر و شکر کا وہ امتحان ہے کہ جس کو پورا کیے بغیر دنیا کی پیشوائی اور آخرت کی کامیابی نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے جذبات، خواہشات، تمناؤں اور آرزوں کو قربان کر دینا ہی اصل قربانی ہے۔

قربانی کا مقصد اور حکمت

قربانی کی رسم قدیم ترین زمانوں سے جاری ہے۔ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں میں قربانی کا سلسلہ مختلف صورتوں میں رہا ہے۔ قربانی بھی طرح طرح کی رہی ہے۔ جمادات، نباتات اور حیوانات سب کی قربانی ہوتی رہی ہے اور کبھی تو انسانوں کی بھی قربانی ہوتی رہی ہے۔ قربانی کی بعض صورتیں تو غیر عاقلانہ رہی ہیں۔ معقول و نامعقول قربانیوں کی صورتیں اب بھی دکھائی دیتی ہیں۔

قربانی کے عمومی مقاصد

1. اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کے اظہار کے لیے
2. طلب حاجت کے لیے
3. حصولِ رضا کے لیے
4. خدا یا خداؤں کے غضب کو ٹالنے کے لیے
5. گناہوں کے کفارہ کے لیے
6. دنیا کی بہتری کے لیے
7. مجالس کی برکت کے لیے

گویا قربانی کا مقصد خالق کائنات کی رضا اور آلام و مصائب سے نجات رہا ہے۔ اس کی حکمت بتاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے شریعتِ اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لیے نمونے قائم کیے ہیں چنانچہ انسان کو یہ حکم ہوا کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لیے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ يَتَمَنَّاهُ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَكِنْ يَتَمَنَّاهُ لِتَقْوَىٰ مِنْكُمْ۔ (الحج: 38) یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہارا تقویٰ اس کو پہنچتا ہے۔ یعنی اس سے اتنا ڈرو کہ گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔“ (از حاشیہ چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 99)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں: ”قربانیوں میں یہ حکمت نہیں کہ ان کا گوشت یا ان کا خون خدا تعالیٰ کو پہنچتا ہے بلکہ ان میں حکمت یہ ہے کہ ان کی وجہ سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور وہ تقویٰ خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ (تفسیر کبیر، جلد 6 صفحہ 57)

قربانی کی ابتداء اور مختلف مذاہب میں قربانی کا تصور

قربانی کا سلسلہ ابتداء آفریش ہی سے شروع ہے اور اکثر امتوں میں اس کا تصور ملتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قربانی کے طریقے اور اس کی جزئیات میں فرق رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَيْعَتِ الْأَنْعَامِ ۗ فَاَلَهُمْ إِلَهًا وَاحِدًا فَالَّذِينَ سَلِفُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ۔ (الحج: 35)

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریق مقرر کیا ہے تاکہ وہ اللہ کا نام اس پر پڑھیں جو اس نے انہیں موسیٰ چوپائے عطا کیے ہیں۔ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پس اس کے لیے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے دے۔ دنیا کے مختلف مذاہب اور امتوں میں قربانی کے متعلق جو تصورات پائے جاتے ہیں۔ ان کا مختصر ذکر کر دینا مناسب ہے۔

تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قربانی کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے: وَآتُوا عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَةِ آدَمَ بِالْحَقِّ ۗ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَ لَمْ يَمْتَسِكِ مِنَ الْآخِرِ ۗ قَالَ لَا أَتُكَلِّمُكَ ۗ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔ (المائدہ: 28)

ترجمہ: اور ان کے سامنے حق کے ساتھ آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ پڑھ کر سنا جب ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں ضرور تجھے قتل کر دوں گا۔ (جو با) اس نے کہا یقیناً اللہ متقیوں ہی کی (قربانی) قبول کرتا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہے۔ تاہم اس قربانی میں جو سوز پیدا ہوا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عطیہ ہے۔ تاریخ کی اس عظیم قربانی کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ہے: فَبَشِّرْهُ بِعَلْمٍ ۖ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي لِي آزَىٰ فِي الْمَنَامِ ۖ إِنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۗ قَالَ يَا بَتِ اِفْعَلِ مَا تَأْمُرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ۔ (الصافات: 102 - 103)

ترجمہ: پس ہم نے اسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پس جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے پھرنے کی عمر کو پہنچا اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

اس کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے فرماتے ہیں: ”حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وادی بکہ میں آباد کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام گاہے گاہے آیا کرتے تھے اور پھر واپس چلے جاتے تھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر کچھ بڑی ہوئی یعنی بعض روایات کی رُو سے تیرہ سال کے ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ چونکہ ابھی تک حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ تعلیم نازل نہیں ہوئی تھی کہ انسانی قربانی ظاہری صورت میں جائز نہیں ہے اور ملک میں انسانی قربانی کا دستور تھا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس خواب کو ظاہر میں پورا کرنا چاہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ بے شک اپنی خواب پوری کریں، میں خدا کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو باہر لے گئے اور اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور وفادار بیٹے نے خاموشی اور خوشی کے ساتھ گردن اپنے باپ کے سامنے رکھ دی۔ قریب تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری چلا دیتے مگر اس وقت خدائی فرشتہ نے آواز دی کہ اے ابراہیم! تو نے اپنی طرف سے اپنی خواب کو پورا کر دیا۔ اب اسماعیل کو چھوڑ اور اس کی جگہ ایک مینڈھا لے کر خدا کے راستے میں قربان کر دے کہ ظاہر میں یہی اس کی علامت ہے لیکن خواب کا جو حقیقی منشاء ہے وہ اور طرح پورا ہو گا۔ ذبح کرنے سے خدا کے رستے میں وقف کرنا مراد ہے جو گویا دنیوی لحاظ سے زندگی کا خاتمہ کر دینے کے مترادف ہے۔“ (سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 68)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی محبوب ترین متاع کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور دونوں باپ بیٹے اس کے لیے تیار ہو گئے مگر اللہ کو صرف ان کا امتحان مقصود تھا جس میں وہ کامیاب رہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ قیامت تک کے لیے اس سنت کو جاری کر دیا۔

یہودیت میں قربانی کا تصور

یہودیت میں قربانی کا واضح تصور موجود ہے البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ قربانی کو حضرت اسحاق علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں اور ان کو ہی ذبح اللہ قرار دیتے ہیں۔ وہ تقرب خداوندی کے لیے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ ان کے یہاں کسی قربانی کے قبول ہونے کی دلیل یہ تھی کہ آسمان سے آگ آکر اس کو جلا دے۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح ہے: **أَلَا نُؤْمِنُ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِينَا بَقُرْبَانٍ كَأَكْلِ النَّارِ** (ال عمران: 184)

عیسائیت میں قربانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الگ سے کوئی شریعت نہیں ملی، ان کا عمل بھی یہودی شریعت پر تھا۔ بعد میں جان پال نے عیسائیت میں تحریفات کیں جس کے نتیجے میں قربانی کا وہ تصور جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وابستہ تھا باقی نہیں رہا اور ان کے یہاں اب قربانی کا وہ اہتمام نہیں ہوتا۔

ہندومت میں قربانی

ہندوستانی مذاہب میں سے سب سے قدیم ہندومت ہے۔ اس مذہب میں قربانی، دان اور معرفت الہی کا ذریعہ ہے۔ قربانی کا فائدہ یہ بیان کیا گیا

ہے کہ اس سے تمام مرادیں پوری ہوتی ہیں اور بہشت ملتی ہے۔ قربانی تمام گناہوں سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ ویدک دور میں جگہ جگہ بوچڑ خانے موجود تھے اور برہمن دیوتاؤں کے نام پر جانوروں کی قربانیاں دیتے اور ان کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ ہندومت میں بغاوت کے نتیجے میں بدھ مت اور جین مت کا ظہور ہوا اور ان لوگوں نے ہر اس بات کا انکار کر دیا جس کا ویدک دور میں زور تھا۔ خاص طور سے قربانی کا بھی انکار کر دیا۔

مشرکین مکہ کی قربانی

مکہ میں اسلام سے پہلے انسانوں کی قربانی کا بطور نذر کے دستور تھا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے ہاتھ میں جب سقیۃ الحج کا کام آیا تو آپ نے ایک خواب کی بناء پر اس کھوئے ہوئے چشمہ کا نشان تلاش کرنا چاہا۔ چنانچہ وہ اور اس کا لڑکا حارث اس کی تلاش میں مصروف ہوئے لیکن قریش میں سے کسی نے بنو ہاشم کی مدد نہ کی۔ عبدالمطلب نے اس وقت اپنی کمزوری پر جوش میں آکر نذرمانی کہ اگر خدا سے دس بچے دے گا اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے جو ان ہو جائیں گے تو ان میں سے ایک کو وہ خدا کی راہ میں قربان کر دے گا۔ خدا کی قدرت کہ عبدالمطلب کی اولاد جلد جلد بڑھنے لگی۔ حتیٰ کہ آخر ان کی تعداد دس تک پہنچ گئی۔ جب یہ لڑکے جو ان ہو گئے اور ایفائے نذر کا وقت آ گیا تو عبدالمطلب ان سب کو اپنے ساتھ لے کر کعبہ کی طرف گیا اور وہاں جا کر ہبل کے سامنے قرعہ اندازی کی۔ اللہ کی قدرت کہ قرعے کا تیر سب سے چھوٹے لڑکے عبد اللہ کے نام نکلا جو عبدالمطلب کو سب سے زیادہ عزیز تھا مگر عبدالمطلب قول کا پکا تھا اور نذر بہر حال پوری کرنی تھی اس لیے وہ عبد اللہ کو لے کر ذبح کرنے کے واسطے روانہ ہوا اور عبد اللہ بھی سر تسلیم خم کیے اپنے باپ کے ساتھ ہو لیا۔ جب رؤسائے قریش کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے عبدالمطلب کو اس سے روکا اور آخر ایک واقف کار کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ عبد اللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے اور اگر اونٹوں کے نام قرعہ نکلے تو عبد اللہ کی جگہ دس اونٹ قربان کر دیے جاویں کہ یہی اس زمانہ میں ایک آدمی کا خون بہا تھا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے عبد اللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا مگر پھر بھی تیر عبد اللہ ہی کے نام نکلا۔ عبدالمطلب نے دس اور زائد کیے اور بیس پر قرعہ ڈالا لیکن اب کی دفعہ بھی عبد اللہ ہی کا نام نکلا۔ اس طرح بڑھاتے بڑھاتے تو دس اونٹوں تک پہنچ گئے مگر ہر دفعہ عبد اللہ کا نام آتا تھا۔ آخر سو تک نوبت پہنچی اور اب کی مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلا جس پر سو اونٹ ذبح کیے گئے اور عبد اللہ کی جان بچی۔ یہی عبد اللہ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کے والد ماجد تھے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ”آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ انا ابن الدبیحین یعنی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں یعنی ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے عبد اللہ بن عبدالمطلب جنہیں آپ ﷺ کے دادا نے ایک نذر کے نتیجے میں قربان کرنا چاہا تھا اور وہ اس کے لیے تیار ہو گئے تھے۔“ (سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 71-72)

مشرکین مکہ بھی قربانی کرتے تھے مگر وہ قربانی کا گوشت تو خود کھا جاتے اور اس کا خون کعبہ کی دیواروں پر مل دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ خون خدا تک پہنچ گیا ہے اور ہماری قربانی قبول ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل خیال کی تردید اور قربانی کی اصل روح بیان کرتے ہوئے فرمایا: لَنْ يَمَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤَهَا وَلَكِنْ يَمَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ۔ (الحج: 38)

یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہارا تقویٰ اس کو پہنچتا ہے۔

اسلام میں قربانی

اسلام میں قربانی باقاعدہ مدینہ میں شروع ہوئی اور نبی کریم ﷺ ہر سال پابندی سے جانوروں کی قربانی کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی اس کی تاکید کی ہے۔ گذشتہ شریعتوں میں قربانی کیے ہوئے جانور سے فائدہ اٹھانا جائز اور درست نہ تھا لیکن اس امت کے ساتھ یہ رحم کا معاملہ فرمایا کہ اخلاص کے ساتھ پیش کی گئی قربانی پر نیکی اور ثواب کے ساتھ اس کے گوشت سے استفادے کی اجازت بھی دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَاطْعَمُوا الْقَائِعَ وَ الْمُعْتَزَّةَ (الحج: 37)**

پس جب (ذبح کرنے کے بعد) ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والوں کو بھی کھاؤ اور سوال کرنے والوں کو بھی۔

ہر مذہب اور شریعت میں قربانی کسی نہ کسی رنگ میں اسلام میں قربانی سے عبارت ہے۔ ایمان نفس کی قربانی ہے۔ نماز اور روزہ جسم اور اس کی طاقتوں کی قربانی ہے۔ زکوٰۃ مال کی قربانی ہے۔ جہاد، وقت، ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کی قربانی ہے۔ قتال فی سبیل اللہ جان کی قربانی ہے۔ اسی طرح جانوروں کی قربانی بھی مسلمانوں پر عائد کی گئی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں اور اس کی بڑائی کا اظہار کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”قربانی کے معنی ہیں کہ انسان ایک مُردہ کی طرح ہو جائے۔ جو بدست زندہ ہو وہ اسے جدھر چاہے پھیر دے اور جہاں چاہے رکھ دے۔ نہ کوئی اس کی خواہش ہو اور نہ اس کا اپنا کوئی جذبہ ہو۔ وہ اپنے ارادے اور نیت کو بالکل کھوپچکا ہو۔ ایسا مُردہ انسان بلکہ بے حس و حرکت پتھر بھی لاکھ درجہ بہتر ہے اس انسان سے جو اپنے ظاہری اعمال سے اپنے اسلام و فرمانبرداری کا دعویٰ کرے مگر امتحان کے وقت جھوٹا ثابت ہو اور اباہ و استکبار کرے۔“ (خطبہ عید الاضحیٰ 1920ء مطبوعہ خطبات محمود جلد دوم صفحہ 61)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قربانی کی حقیقت اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داری پر روشنی ڈالتے ہوئے اور قربانی کے فلسفے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت کو صرف جانی قربانی کی ضرورت نہیں بلکہ ہر میدان میں قربانیوں کی ضرورت ہے۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ احمدیت کے لیے جانی قربانی کے مطالبہ سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ کسی محاذ پر جا کر جنگ کرتے ہوئے جان قربان کرنا، بلکہ احمدیت کے لیے قربانی دینے کا مطلب امام کی آواز پر لپٹیک کہنا ہے۔ اس وقت سب سے بڑی قربانی نفس کی قربانی ہے۔

والد کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے (حدیث نبوی ﷺ)

(طیبہ رضوان - مجلس اوورے روئے ریکے)



والدین قدرت کی عظیم نعمت ہیں۔ وہ بچے کی پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسے زمانے کی مشکلات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے والدین کی عظمت پر تمام معاشروں میں زور دیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام وہ مذہب ہے جس نے تمام مذاہب اور اقوام سے بڑھ کر والدین کی عظمت اور حقوق بیان کئے ہیں اور جاجان کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کا ہر حکم بجلاؤ سوائے اس حکم کے جس سے اللہ کی نافرمانی ہو۔ ان کے سامنے اُف تک نہ کہو اور عاجزی اختیار کرو۔ بڑھاپے میں ان کا خیال رکھو اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل کرو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَقَضَىٰ رَبِّي أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا لِيَّاهُ ۖ وَالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۗ إِنَّمَا يُتْلَعْنَ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفٍ ۖ وَلَا تَنْهَرَهُمَا ۚ وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۚ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمُهُمَا كَمَا رَحِمْتَنِي صَغِيرًا۔ (بنی اسرائیل: 24 - 25)

ترجمہ: اور تیرے رب نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو انہیں اف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کرو۔ اور ان دونوں کے لیے رحم سے عجز کا پر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

اس آیت میں توحید کے ذکر اور شرک سے بیزاری کے بعد والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا ہے اور اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ انسان اپنے حقیقی خالق اور رب کے احسانوں کا بدلہ تو چکا ہی نہیں سکتا ہاں والدین جو مجازی طور پر رب کے درجہ پر ہیں، ان کی خدمت کر کے کسی قدر ان کے احسانوں کا بدلہ چکا سکتا ہے۔ خدا کے بعد تخلیق اور ربوبیت میں ماں باپ کا سب سے زیادہ حصہ ہے اس لیے اگر خدا کے بعد کسی کی پرستش کا حکم ہوتا تو وہ والدین تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے شرک کی نفی فرما کر والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا۔ مشرک والدین کے ساتھ بھی احسان اور اسی قدر فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی غیر شرعی حکم دیں تو وہ واجب العمل نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۗ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (العنکبوت: 9)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو تاکیدِ نصیحت کی کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور (کہا کہ) اگر وہ تجھ سے جھگڑیں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے، جس کا تجھے کوئی علم نہیں، تو پھر ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے پس میں تمہیں ان باتوں سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے تھے۔

بڑھاپے میں خاص طور پر والدین کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنے کا حکم دیا ہے کیوں کہ بڑھاپے میں انسان کمزور اور چڑچڑا ہوا جاتا ہے اور عموماً اولاد کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اس لیے یہی وہ وقت ہے جب والدین کو خدمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت ان کی ہر طرح کی دلداری کرنے کا حکم ہے اور یہ کہ ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرو اور انہیں عزت و تکریم سے مخاطب کرو۔

حدیثِ نبوی ہے کہ ایک شخص نے والدین کے حقوق کے تعلق میں پوچھا کہ اگر والدین اس پر ظلم کریں تو بھی ان کے حقوق ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ) (بحوالہ منابہ العرفان۔ جلد دوم سفید خانم)

احادیثِ مبارکہ میں جہاں ماں کے قدموں تلے جنت کا ذکر ملتا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک پر بہت زور دیا گیا ہے وہاں ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جو والد کے غیر معمولی مقام و مرتبہ کو ظاہر کرتی ہیں۔ انہی احادیث کی روشنی میں اس مضمون میں خاص طور پر والد کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے ذکر کرنا مقصود ہے۔

باپ شفقت و محبت کا ایک سائبان ہے جس کے سائے میں اولاد پروان چڑھتی ہے اور اس کی موجودگی میں خود کو محفوظ سمجھتی ہے۔ ہر باپ کا یہی خواب ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بہترین معیارِ زندگی فراہم کرے تاکہ وہ معاشرے میں باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ والد اپنی اولاد کی پرورش اور ان کے بہترین مستقبل کے لیے ان تھک محنت کرتا ہے، بہت سے مواقع پر اولاد کی ضروریات اور خواہشات پوری کرنے کے لیے اپنی خواہشات کو دبا دیتا ہے اور اپنی ضروریات کو بھی مقدم نہیں رکھتا۔ والد وہ ہستی ہے جس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اس سے آگے بڑھے اور اس سے زیادہ ترقی کرے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (جامع ترمذی جلد اول۔ نیکی و صلہ رحمی کا بیان۔ حدیث 198)

اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے والد کی رضا جوئی شرط ہے اور والد کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ اسی لیے ان کی اطاعت، فرمانبرداری، خدمت اور عزت و تکریم کر کے ان کی رضا حاصل کی جائے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین و دنیا کی کامیابیاں، سعادتیں اور جنت جیسی نعمتیں مل سکتی ہیں۔ والدین کے لیے راحت، سکون اور خوشی کا ذریعہ بننا چاہیے نہ کہ دکھ اور تکلیف کا۔ ان کو خوش رکھ کر ان کی دعائیں حاصل کرنی چاہئیں۔ ان کی خدمت سے زندگی میں خوشحالی آتی ہے، اولاد فرمانبردار ہوتی ہے اور دعائیں اور عبادات اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت کا درجہ پاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے، خواہ (نا فرمانی اور دل دکھا کر) اس دروازے کو ضائع کر دیا (فرمانبرداری اور خدمت کر کے اس دروازے کی حفاظت کرو۔ (مشکوٰۃ شریف۔ جلد چہارم۔ نیکی اور صلہ رحمی کا بیان حدیث 859 ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کچھ مال ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا مال لینا چاہتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ (ابن ماجہ جلد 3 حدیث 2291)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”جو شخص اپنے ماں باپ سے اس طرح بد سلوکی کرتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔“ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 19)

مزید فرمایا: ”توجہ سے دعا کرو۔ باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہو کرتی ہے۔ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہو گا۔“ (ملفوظات جلد دوم صفحہ نمبر 502)

احادیث میں والدین کے لیے ان کی وفات کے بعد بھی نیکی کا حکم ہے۔ ان کے لیے دعا اور استغفار کرنا، ان کے نیک کاموں کو جاری رکھنا، ان کی طرف سے صدقہ و خیرات، ان کی طرف سے کیے گئے عہد پورے کرنا اور صلہ رحمی کرنا یعنی ان کی وجہ سے جو رشتے قائم ہیں ان کے حقوق ادا کرنا اور ان کے دوست و احباب سے عزت و اکرام کا سلوک کرنا چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔ (مسلم کتاب البر والصدقہ والآداب باب صلہ اصدقاہ والام نوحا)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جن کے پاس والدین جیسی عظیم نعمت موجود ہے وہ ان کی زندگی میں ان کی قدر کو پہچانیں اور ان کی خدمت اور فرمانبرداری سے اپنی اس دنیا کو بھی جنت بنا لیں اور آخرت میں بھی ثواب کے مستحق ٹھہریں۔ آمین

کب تک؟؟؟

(طاہرہ زرتشت ناز)

آہ وزاری یونہی نادار کریں گے کب تک
قتل کر کے بھی وہ انکار کریں گے کب تک

نسل و رنگت کا ہر اک فرق مٹانا ہو گا
یوں تعصب کا وہ اظہار کریں گے کب تک

ظلم کا ہاتھ تجھے روکنا ہو گا مالک!
تیرے بندوں پہ وہ یلغار کریں گے کب تک

جس طرف دیکھو وہی خوف ہے ویرانی ہے
امن کی راہ کو ہموار کریں گے کب تک

قصرِ ابلیس کو ٹو جڑ سے ہلا دے پیارے
تیری ہستی کا وہ انکار کریں گے کب تک

عصرِ بیمار کا اب تجھ پہ ہے لازم چارہ
ترے مرسل کا یوں انکار کریں گے کب تک

آگہ رنجور ہیں! زخموں پہ لگا دے مرہم
آہ وزاری مرے مختار! کریں گے کب تک

کورونا کی وباء کے دوران وقت کیسے گزارا

2020ء کا آغاز ہوا، خدا کے فضل سے زندگی بڑے سکون سے رواں دواں تھی۔ ہم کیسا ساری دنیا اپنے حال میں مست چلی جا رہی تھی۔ کسی کے پاس دوسرے کے لیے وقت نہیں تھا۔ ہر کوئی ایک دوسرے کو یہی کہتا سنا دیتا کہ وقت ہی نہیں ملتا بہت مصروفیت ہے۔ پھر وقت نے ایک دم پلٹا کھایا، سنا کہ ایک نیا وائرس آیا ہے جس کا نام کورونا ہے جو بہت خطرناک قسم کا ہے اور جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس وائرس نے سب کو قید کر کے رکھ دیا۔ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں کوئی فرق نہ رہا، احتیاطی تدابیر کا معیار مختلف تھا لیکن وباء اور اس سے بچاؤ کا مقصد ایک ہی تھا۔

وبائیں تو ہر دور میں آتی ہیں اور ایسے حالات میں ہر کس و ناکس کا پریشان ہونا ایک فطری امر ہے مگر یہ وائرس کچھ ایسی خوفناک آفت ہے جس نے دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو لقمہ اجل بنا دیا ہے۔ فروری کے آخری جمعہ پر حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اس بیماری کے بارے میں مختصر آبتایا، حفظ ما تقدم کے تحت کچھ ادویات بھی تجویز کیں اور جماعت احمدیہ کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ ہر ملک کے رہنے والے اپنے ملکی قوانین کی پابندی کریں۔ یہ خطبہ سننا تھا کہ جیسے ہر احمدی کی ڈھارس بندھی اور اس نے اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع کیا اور میری طرح ہر احمدی کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ ہماری راہنمائی کے لیے خلیفہ وقت موجود ہیں اور یقیناً پیارے حضور ہر فرد جماعت اور انسانیت کے لیے دعا کر رہے ہیں جس سے انسانیت اس وباء سے محفوظ رہے گی۔ جہاں اس بیماری کا خوف انسان کو لاحق تھا وہاں ہی خدا تعالیٰ سے قربت کا احساس بھی بڑھتا ہوا ہم سب نے اپنے گھروں میں دیکھا۔ جس طرح ہر تکلیف انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب کرتی چلی جاتی ہے اس وباء نے بھی رہن سہن اور کام کے طریقوں کو بدل کر رکھ دیا، ہم سب کی روحانی ترقیات میں بھی اضافہ کیا، باجماعت پنجوقتہ نماز، قرآن کریم کی تلاوت و تفسیر پڑھنے اور قرآن کو یاد کرنے کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہوئی۔ زندگی میں پہلی بار ہر ایک کنبہ نے نماز عید الفطر گھر پر ادا کی اور گھر کے تمام نے خطبہ عید پڑھا جو کہ ہماری زندگیوں میں پہلا تجربہ تھا۔ یہاں میں ایک بات کا اور اضافہ کرنا چاہوں گی کہ اس بیماری نے ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی رغبت دلائی جبکہ اس تیز رفتار زندگی میں شاید خدا تعالیٰ انسان کو کچھ آرام کروا کر اور جھنجھوڑ کر اہل و عیال کی ذمہ داریاں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے۔ اس وباء کی وجہ سے جماعت کے افراد ایک دوسرے سے نہ ملنے کی تکلیف سے بھی گزر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ناروے کی نیشنل صدر لجنہ نے سب کے دکھوں پر مرہم رکھی اور آن لائن پروگرام کا آغاز کیا۔ نیشنل عاملہ اور صدران مجالس کی میٹنگ کا انعقاد کیا۔ ساتھ ہی شعبہ وقف نو کے تحت آن لائن قرآن کی تفسیر اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھانے کے لیے لجنہ اے اور واقفات کی کلاسز کا انعقاد کیا گیا جو کہ بہت کامیابی سے جاری ہیں اس کے ساتھ ہی مجالس میں آن لائن اجلاسات، عاملہ میٹنگز، جلسہ یوم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلافت ڈے اور جلسہ سیرت النبی ﷺ بھی منعقد کیے گئے جو کہ ہم سب کی روحانی ترقیات کا باعث ہوئے۔ خدا کرے کہ ہم سب جس مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اس کو پورا کرنے والے بنیں اور خدا تعالیٰ انسانیت کو اس موذی مرض سے بچائے۔ آمین

محترمہ شاہدہ نسرین ناصر لکھتی ہیں:

اور ایم ٹی اے کے پروگراموں نے پھلکی زندگی میں ایسے دلکش رنگ بھرے کہ روح تک سرشار ہو گئی۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اپنے حلقہ میں تعلیم القرآن کلاس لگانے کا موقع ملا۔ دوران رمضان المبارک نماز تراویح و تہجد کا التزام ہوا۔ الفضل انٹرنیشنل اور روزنامہ الفضل لندن کو تفصیلی پڑھنے کا بھی موقع ملا۔ کچھ وقت گھر کے باغیچے کی آرائش میں گزارا اور اب ان سب باتوں کی جیسے عادت سی

عجیب بات ہے کہ فضاؤں میں اڑنے والا انسان گھر کی چار دیواری میں قید ہو کر رہ گیا۔ سفری سہولیات ندرت اور سماجی میل ملاقات پر پابندی۔ اف یہ مجبور یوں کے سائے اور احساس تنہائی! ایسے میں پنجوقتہ نمازیں باجماعت، تہجد، تلاوت قرآن پاک اور حضور انور کے خطبات

ہوگئی ہے۔ اے پروردگار تو اپنی رحمت سے اس بلاء کو ٹال دے، تمام مریضوں کو شفا کے کاملہ عطا فرما، اس دارِ فانی سے کوچ کرنے والوں کی بخشش فرما اور نوع انسان پر شفقت کرتے ہوئے ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر دے۔ آمین

محترمہ مریم سکینی مسلم لکھتی ہیں:

ان غیر معمولی حالات میں معمولات بھی کچھ غیر معمولی ہو گئے۔ کچھ سلامتی کا کام نکالا اور کچھ پڑھائی کا اور کچھ خدمت خلق کرنے کی توفیق ملی۔ رمضان بھی انہی حالات میں آیا۔ قرآنی دعائیں اور آنحضرت ﷺ کی بتائی ہوئی دعائیں کیں اور جماعت احمدیہ اور خدائے رحیم و کریم سے تمام انسانیت کو اس وباء سے محفوظ رکھنے کی التجاء کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کیا اور کچھ اور کتب کا بھی۔ حضور ایدہ اللہ کو خط لکھا۔ عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو ماسک سی کر دیے اور ہو میو پیٹھک دوائیاں بنا کر دیں۔ ماسک سی کر پوسٹ بھی کیے۔ ماسک بنانے کے میٹرل اور سینے کے طریقے کے بارے میں ایک پمفلٹ بنایا اور ان خواتین کو بھیجا جو سینا جانتی ہیں۔ اپنی مجلس کی صدر لجنہ کو بھی بھیجا تاکہ وہ اور خواتین کو بھیج سکیں۔ اپنے پرانے ہمسایوں کو فون کر کے ان کی خیریت پوچھی اور یہ کہ ان کو کوئی ضرورت تو نہیں۔ اپنے دوسرے ہمسایوں کی خیریت بھی دریافت کی۔ اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے جو دنیا کے مختلف علاقوں میں رہتے ہیں ان کا حال چال بھی پوچھتی رہی۔ گھر میں بیلنگ کرنے کا کافی وقت ملا۔ کچھ بچوں کو آن لائن پڑھائی بھی کرائی۔ گھر کے نزدیک سیر کا وقت بھی ملا۔ اللہ کے فضل سے وقت گزر رہا ہے۔ الحمد للہ۔

محترمہ گل رعنا لکھتی ہیں:

10 مارچ کو لاک ڈاؤن کے اعلان ساتھ ہی لوگوں، خاص طور پر غیر ملکیوں نے گردونواح کی دوکانوں سے کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ ٹائلٹ پیپر کے بنڈل پر ایسا ہلا بولا کہ لگا گیا یہ آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ تعلیمی ادارے بند ہوئے اور چھٹیوں کا آغاز تو ہو گیا لیکن بیرون ملک اور بیرون شہر رہنے والے میرے بچے

کئی دن مزید رکنے کے بعد گھر آئے کیونکہ کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ کب کن نئے اصولوں کا اعلان ہوگا؟ بہر حال گھر میں بند ہونے کا دور شروع ہوا۔ ضروری خریداری کے لیے جاتے ہوئے ایک ماہ تک پلاسٹک کے دستانے استعمال کیے لیکن پھر ہاتھ دھونے اور سینڈنا نزر لگانے کو کافی سمجھا کیونکہ یہ طریقہ بہتر لگا۔ اس دوران بے چینی، خوف اور شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ فرصت کے لمحات بھی رہے۔ جہاں نماز باجماعت میں بہتری ہوئی وہاں گھر کے سب افراد کو مل بیٹھنے کا موقعہ بھی ملا۔ گھر سے باہر کی مصروفیت ختم ہوئی تو لگا جیسے وقت گھڑی سے پیچھے رہ گیا ہو۔ چند ہی دنوں بعد سب معمول بن گیا اور عادت بھی۔ اجلاسات اور کلاسز میں گھر بیٹھے سکا پ پر شامل تو رہے لیکن آپس کی دوری کا احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ ایک بات کی احتیاط کی کہ یہ وقت جو کہ کئی انسانوں کے لیے آزمائش اور تکلیف لایا ہے، میں اس سے لطف اندوز ہونے کا ذکر نہ کروں یا یہ کہ اپنا سکون اور دوسروں کی بے سکونی کا موازنہ کرنے سے احتیاط کروں اور اگر سوچا جائے تو سکون بھی کیسا؟ گردونواح کسی کی بیماری کا پتہ چلتا تو ان کی تکلیف اور پریشانی کا اندازہ کرتے رہتے۔

محترمہ فرخندہ کنول لکھتی ہیں:

یہ 18 مارچ 2020ء کی شام تھی کہ اچانک ہسپتال کے شعبہ ایمر جنسی سے کال آئی کہ آپ کی بیٹی کا کورونا ٹیسٹ پازیٹو آیا ہے۔ دل ایک دم بیٹھ سا گیا کہ یا خدا یہ کیا ہو گیا۔ میں نے تو جب سے اس موذی وباء کے بارے میں سنا تھا ہر ممکن احتیاطی تدابیر کر رہی تھی۔ ذہن میں ایک نقشہ سا بیٹھا تھا کہ یہ مرض لا علاج ہونے کے ساتھ ساتھ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے اور مزید یہ کہ جس کو ہوتا ہے اس کی ساری فیملی کے افراد اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ اس دن بیٹی کچھ دیر کے بعد ہسپتال کے عملے کے ساتھ گھر آئی اور کچھ ضروری سامان لے کر ہسپتال شفٹ ہو گئی کیونکہ اس کو کچھ سانس کا مسئلہ بھی ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی میرے میاں اور تینوں بیٹوں کو بھی ایمر جنسی کی طرف سے فون آیا کہ آپ سب 14 دن کے لیے قرنطینہ میں ہیں اور مکمل طور پر گھر میں قیام کریں۔ دوسرے دن ہی مجھے اور میاں کو بھی ہلکا بخار اور جسم میں درد اور

رشتہ ہے جو ہمیں کبھی بے یار و مددگار اور اکیلا نہیں چھوڑ سکتا، الحمد للہ۔ آخر میں میں اپنے رب العزت، اپنے پیارے خلیفہ وقت اور جماعت کی ان سب ممبرات کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے مشکل وقت میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

محترمہ صدیقہ وسیم صاحبہ لکھتی ہیں:

جہاں اس وباء سے کچھ پریشانیاں رہیں وہاں خدا کے فضل کی بارش بھی بہت برسی۔ اس کی چند مثالیں بیان کرتی ہوں:

1- میرے بیٹے تحمید کا یہ جامعہ کی تعلیم کا آخری سال تھا اور میں نے سن رکھا تھا کہ فیلڈ میں جانے کے بعد تو بچے 6 ماہ یا سال کے بعد گھروں کو آتے ہیں۔ میں بھی اسی چیز کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہی تھی اور بیٹا بھی یہی کہہ رہا تھا کہ امی پیپرز کے بعد میں صرف ایک ہفتہ کے لیے آؤں گا مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا ہے کہ جب وہ آیا تو کورونا کی وباء کی وجہ سے اسے 4 ماہ رہنا پڑا۔ خدایوں بھی مہربان ہوتا ہے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ سات سال کے بعد میں نے اور میری فیملی نے یہ وقت اکٹھے گزارا، ڈھیروں باتیں کیں جس میں ہنسی مذاق بھی تھا اور سیریس مذہبی ڈسکشن بھی تھی۔ رمضان کا بابرکت مہینہ بھی سب نے مل کر گزارا باجماعت نمازیں بھی ہوئیں اور اذان اور صلّ علیٰ کا ورد بھی سنا گیا۔ الغرض ایک ماہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا انعام تھا۔

2- میری زندگی میں یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ ہم نے جمعہ کی نمازیں گھروں میں ادا کیں جس سے بچوں کو بہت کچھ سیکھنے کو ملا مثلاً دو اذنانیں ہوتی ہیں اور کیوں ہوتی ہیں۔ صفوں کے بارے میں کہ مرد اور خواتین کیسے صفیں بنائیں۔ میں نے سنا تھا کہ ایک شخص کی صف نہیں ہوتی اور یہ بات میرے لیے بھی نئی تھی کہ اگر ایک عورت ہے تو وہ سب سے آخر میں کھڑی ہو۔

3- میری ذات کی حد تک دیکھا جائے تو میری سستی اور کمزوری کی وجہ سے قرآن کریم کے ترجمہ، تلفظ اور آخری سپارے کے حفظ کا امتحان دینے مسجد نہیں آپا رہی تھی۔ لاکھ چاہنے کے باوجود ہمیشہ کوئی نہ کوئی

کھانسی کی شکایت شروع ہو گئی تو ہم نے فوراً ایمر جنسی کال کی۔ انہوں نے اسی وقت ہم دونوں کو مقامی علاقے کے کیپ سے کورونا کے ٹیسٹ کروانے کو کہا جو کہ دونوں کے پازیٹو آئے۔ گھر آتے ہی سب سے پہلے حضور انور کی خدمت میں خط لکھوائے۔ علاوہ ازیں حضور انور کے پرائیویٹ سیکرٹری کو بھی فون کر کے دعا کی درخواست کی۔ اس موقع پر سب سے اہم اور قابل تحسین بات جماعت احمدیہ کا وہ تعاون ہے کہ جس کی میں تا عمر شکر گزار رہوں گی اور کبھی بھول نہیں سکتی۔ جیسے ہی ہمارے متعلق جماعت کو خبر پہنچی چند گھنٹوں میں ہی ہماری مجلس کی قابل احترام صدر صاحبہ دو انیاں اور کھانے پینے کا سامان میرے گھر خود لے کر آئیں اور مجلس کے باقی گھرانوں کی ڈیوٹی لگائی کہ ہمیں صحت مند ہونے تک کھانا مہیا کیا جائے۔ ہمارے لیے فوری طور پر دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔ محترم مرثی صاحب، محترمہ نیشنل صدر صاحبہ اور جماعت کی دیگر ممبرات کی طرف سے باقاعدگی سے فون آتے رہے۔ ڈاکٹر کی طرف سے بخار اور کھانسی کے لیے دوائی تھی اس کے علاوہ ہم نے حضور انور کے تجویز کردہ نسخہ جات باقاعدگی سے استعمال کیے۔ تقریباً 20 دن کے بعد طبیعت کچھ بہتری کی طرف مائل ہوئی۔ الحمد للہ تینوں بیٹے جو ہمارے ساتھ ہی مقیم تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے بیماری سے محفوظ رکھا۔ یہ ایک طویل سفر تھا جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی پختگی، خلیفہ وقت اور جماعت کے ساتھ دلی محبت اور وفا کی شاخیں روح میں مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئیں۔ اس کے بعد ایک اور اہم واقعہ جو میرے لیے بے انتہا قلبی خوشی اور سکینت کا باعث بنا وہ اس سال کی عید الفطر کے موقع پر وہ خصوصی عیدی تھی جو نیشنل صدر صاحبہ، صدر مجلس اور عاملہ کی طرف سے مجھے اس پیغام کے ساتھ ملی کہ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت یابی عطا فرمائی ہے اس لیے اس موقع پر بہت سی دعاؤں اور محبتوں کے ساتھ عیدی کا یہ پر خلوص تحفہ ہے۔ ایسا لگا کہ پوری زندگی میں میری یہ سب سے بہترین اور یادگار عیدی تھی جو مجھے جماعت کی طرف سے ملی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے اور یہ احساس جاگا کہ ہم جس عظیم اور عالمگیر جماعت سے وابستہ ہیں اور جس امام وقت کی دعائیں اور احساس کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، وہی ہمارے لیے سب رشتوں سے مزین ایسا خوبصورت

اللہ کے فضل سے جو لجنہ کے پروگرام ہوئے ان سب میں شمولیت کی۔ ترجمہ و تفسیر کی کلاسز لینی شروع کیں۔ اس مصیبت کی گھڑی میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ غریبوں اور بیماروں کا احساس بڑھا، بیماروں کے لیے دعائیں کیں اور ان کو حوصلہ دیا۔ آخر میں دعا ہے کہ اے ہمارے مہربان خدا! ہم کمزور اور خطا کار ہیں، ہم تیری رحمت کے طلب گار ہیں، ہم پر رحم فرما، ہمارے دانستہ اور غیر دانستہ گناہ معاف فرما، ہمیں خسارہ اٹھانے والوں میں سے نہ کر، ہمارے دلوں کو ہدایت کے نور سے بھر دے اور ہمیں اس وائرس سے بچا کے رکھنا۔

محترمہ سیدہ بشریٰ خالد صاحبہ لکھتی ہیں:

جہاں اس وباء نے پریشانی کے دروازے کھولے، کئی اپنے پیارے اس کی لپیٹ میں آگئے اور کئی بزرگ ہم سے جدا بھی ہو گئے وہاں اس وباء سے اللہ کے حضور مزید جھکنے، استغفار کرنے، دعائیں کرنے اور اس کے حضور شکر ادا کرنے کی توفیق بھی عطا ہوئی کہ اللہ نے ہمیں اس وباء سے اب تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔ الحمد للہ

ان ایام میں دنیا کا کاروبار تو بند ہو گیا مگر ایسے لگا جیسے گھر میں ایک ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ وہ جو بچوں کی ایک دوڑ لگی ہوتی تھی کہ اب کالج، یونیورسٹی، جاب وغیرہ، اس میں ایک ٹھہراؤ آنے سے سب ایک دوسرے کے گرد جمع ہو گئے۔ مجھے ایسے لگا جیسے میرے بچوں کا بچپن لوٹ آیا ہے۔ پانچوں باجماعت نمازوں میں سب فیملی ممبرز کا موجود ہونا، درس کا اہتمام کرنا، حضور انور کے خطبات ایک وقت میں سب نے بیٹھ کر سنا، یہ سب ایک فیملی کو اکٹھا کرنے کا ذریعہ بنے۔

اس کے علاوہ بچوں کی کھانے کی فرمائش، اکٹھے کھانا کھانا، اچھے اور مزے کے ڈرامے بھی مل بیٹھ کر دیکھنا۔ لگتا تھا سب ایک دوسرے کو اور اس وقت کو مس کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد رمضان کا بابرکت مہینہ آیا تو اس ماہ کا لطف دوبالا ہو گیا۔ تہجد، نوافل، درس، سحری و افطاری کی تیاری اور ساتھ میں دعاؤں کی توفیق اللہ نے اپنے فضل سے بڑھادی۔ بچوں کی تربیت کے مواقع میسر آئے، خلیفۃ المسیح اور جماعت کے لیے دعائیں کرنے کے مواقع اللہ نے دیے۔ مسجد کی کمی اپنی جگہ

مجبوری آڑے آجاتی۔ اس کو رونا پیرید میں سب کچھ آن لائن ہونے کی وجہ سے خدا کا یہ بہت بڑا احسان ہوا کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ میں نے تلفظ کا ٹیسٹ پاس کیا، 6 پاروں کے ترجمہ کا امتحان پاس کیا اور اسی طرح تیسویں پارے کی کافی سورتیں حفظ کر کے سنانے کی توفیق ملی۔ میں کافی عرصہ سے دونوں چھوٹے بچوں کو قرآن کا ترجمہ شروع کروانے کی کوشش کر رہی تھی مگر ہر دفعہ سستی آڑے آجاتی تھی۔ اس لاک ڈاؤن نے میرے جیسے بہتوں کی سستیوں کو دور کیا۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری یہ تبدیلی وقتی نہ ہو بلکہ ہم ہمیشہ اپنی سستیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے والے بنیں۔ آمین

محترمہ امۃ اللطیف انور لکھتی ہیں:

سوال یہ ہے کہ کورونا وباء کے دنوں میں وقت کیسے گزارا؟ اس بیماری اور اس مشکل وقت میں ہم سب سے پہلے خدا کی طرف جھکے، اپنے گناہوں کی معافی مانگی، مخلوق خدا کے لیے رحم مانگا اور صحت کی اہمیت سمجھی۔ جہاں ایک مسجد تھی وہاں ہر گھر مسجد بن گیا۔ جمعہ کی نمازیں، عیدین کی نمازیں ہر گھر میں ادا کی گئیں۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ صفائی کی طرف ہر ایک نے خاص توجہ کی۔ ہر طرف جو بے حیائی پھیلی ہوئی تھی وہ رک گئی۔ ہاتھ ملانے اور گلے ملنے سے بیماری میں کمی کا پیغام ملا۔ مخلوق خدا گھروں میں بند ہو گئی، ہم بھی ہو گئے۔ میاں بیوی اور بچوں کو مل کر وقت گزارنے کا موقع ملا۔ گھر کے بہت سے کام کیے جو کہ عام حالات میں وقت کی کمی کی وجہ سے کر نہیں پاتے تھے۔ سوشل میڈیا نے جو دوریاں پیدا کر دیں تھیں قربتوں میں بدلتی دیکھیں۔ احساس دیکھا، بہت سے کاموں میں اصلاح ہوتی دیکھی، قربتیں بڑھیں تو رشتوں کا احساس بڑھتے دیکھا، صفائی کی انتہا ہوئی، ایمان کی مضبوطی میں وقت گزارا، پیارے آقا کے لیے دل میں محبت کی مضبوطی اور بڑھی۔ عزیز رشتے دار جب نہ مل سکے، اولاد اپنے ماں باپ کے پاس نہ آسکی تو ان کی قدر و اہمیت بڑھی اور ان کی جدائی میں دعاؤں میں وقت گزارا۔ بعض دفعہ ایک عجیب احساس اپنے ساتھی کے لیے محسوس کیا کہ گھر کے کئی کاموں میں انہوں نے ساتھ دیا جو کہ عام حالات میں سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ کبھی گھر کے کاموں میں مدد کریں گے۔

تھے پھر اللہ نے اپنا فضل کیا اور ناروے میں اس بیماری میں کمی آنا شروع ہوئی، حالات نارمل ہونا شروع ہوئے اور ایک دوسرے سے ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ ایک مشکل وقت تھا جو گزر گیا لیکن اپنے بہت سے مثبت اور منفی اثرات چھوڑ گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور سب کو اس مہلک بیماری سے بچائے اور جو بیمار ہیں ان کو شفا دے۔ آمین

محترمہ شازیہ نعیم صاحبہ لکھتی ہیں:

کورونائی و باء کی وجہ سے جہاں ساری دنیا ہی اس کے خوف سے ذہن اور دل میں خطرات محسوس کر رہی تھی وہاں بہت دعاؤں کا موقع ملا۔ اپنے اندر میں نے ایک خاص تبدیلی محسوس کی کہ خدا تعالیٰ نے اس بیماری کا خوف کلیتہً میرے دل سے نکال دیا یعنی میں یہ نہیں کہوں گی کہ شاید یہ بیماری مجھے نہیں ہو سکتی۔ بس خدا تعالیٰ نے ایک خاص سکون دل میں ڈال دیا ہے کہ دعائیں ہی ہیں باقی بیماری اگر ہونی ہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس لیے اپنے اہل و عیال، رشتہ دار اور دوستوں کو بھی مثبت طریق سے سمجھانے کا موقع ملا۔ مجھے لگتا ہے خدا تعالیٰ نے میری سوچ کا محور بدل دیا ہے اور جو بے چینی تھی اسے ایک خاص قسم کا سکون مل گیا ہے۔

دوسری جو خاص بات تھی وہ اپنے شوہر کا جمعہ پڑھانا تھا جس کی وجہ سے اپنے گھر کو مسجد کی طرح محسوس کیا اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا حمد و ثناء کا موقع ملا اور ان ایام میں خدا تعالیٰ نے اپنے اصل کی طرف لوٹنے کی راہ بھی دکھائی۔

پہلی بار سیکھا کہ دیسی گھی گھر میں کیسے بنایا جاتا ہے، گھر میں وہی کیسے جماتے ہیں اور سبزیاں گھروں میں کیسے اگائی جاتی ہیں۔ یہ تمام کام سیکھے اور اب جاری رکھے ہوئے ہوں۔ ایک بہت ہی لازمی بات جس میں سستی کر رہی تھی وہ تیسواں پارہ حفظ کرنا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے دوبارہ کوشش کر رہی ہوں۔

محترمہ امۃ النور منعم صاحبہ لکھتی ہیں:

بہت محسوس ہوئی مگر اللہ نے جلد ہی اپنے فضل سے گھر بیٹھے اس ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھانے کے ایسے سامان مہیا کیے کہ اللہ نے اس بیماری جماعت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا بلکہ پہلے سے بڑھ کر زیادہ لوگوں کے لیے تربیت کے راستے کھول دیے۔ گھروں میں ہی مسجد بن گئی، اجلاس ہونے لگے، درس قرآن رمضان المبارک میں سنے جانے لگے۔ الحمد للہ

محترمہ امۃ الرؤف صاحبہ لکھتی ہیں:

ساری فیملی گھروں میں بند ہو گئی۔ ماحول کچھ ایسا بنا کہ دادا، دادی، نانا، نانی سے بچے ملنا چاہتے تھے مگر دور کھڑے ہو کر صرف دیکھنا ہے ملنا نہیں ہے۔ ایک دن میرا پوتا بے ساختہ دوڑتا ہوا آیا اور میرے گلے لگنے لگا لیکن جب اسے روکا تو وہ رونے لگا کیونکہ بچے کو تو معلوم نہیں تھا کہ اس احتیاط کی وجہ کیا ہے۔ وہ لمحہ میرے لیے بڑا دردناک تھا۔ خدا سے رورو کے دعائیں کیں کہ اے خدا اپنے فضلوں کی بارش کر دے اور اس بیماری کا جلد خاتمہ کر دے۔ سب سے پہلے اپنے خلیفہ وقت کی فکر ہوتی تھی کہ یا خدا ہمارے پیارے آقا کی ہر آن حفاظت فرما، آمین۔ جماعت کی ساری سرگرمیاں ختم ہو گئی تھیں۔ ایسے لگتا تھا کہ زندگی بالکل رک سی گئی ہے مگر ساتھ ہی اس کے کچھ پازیٹیو اثرات بھی تھے کہ فیملی جو کہ صرف شاید کھانے کے وقت اکٹھی ہوتی تھی اب زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے لگی۔ تینوں وقت کا کھانا اکٹھا کھانے لگے، ایک دوسرے کو سمجھنے کا زیادہ موقع ملا، کام کے بعد بچوں کو بھی واپس گھر آنے کی جلدی ہوتی تھی۔ مسجد جانا بند ہوا تو ہر گھر مسجد بن گئی۔ گھر کے سارے افراد جمعہ کی نماز بھی اکٹھے مل کے ادا کرنے لگے۔ سکانپ پر جب لجنہ کے پروگرام شروع ہوئے تو عجیب سا احساس تھا مگر اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بعض ممبرات جن کو نہ کبھی اجلاس اور نہ کبھی مسجد میں دیکھا تھا، سکانپ پر اجلاسوں میں شامل ہونا شروع ہو گئیں۔ جماعت کے کام آن لائن ہونے کی وجہ سے زیادہ ہونے لگے اور اسی طرح ہماری دلچسپیاں بھی جماعت کے کاموں کی طرف بڑھنے لگیں۔ جیسا کہ پہلے ترجمہ کی کلاس ایک ہوتی تھی وہ زیادہ ہونے لگیں کیونکہ ممبرات کا شوق بڑھ گیا تھا۔ سکانپ پر ایک دوسرے کو دیکھتے

وجہ سے نہیں مل رہا تھا۔ اس کے علاوہ گھر والوں کے ساتھ خوب وقت گزارا۔ شام کو ایک ساتھ سیر پر جانے میں باقاعدگی ہو گئی جو کافی وقت سے نہیں کی تھی گھر میں نئی ایکٹیویٹیز کرنے کا موقع بھی ملا جو روزمرہ کی زندگی میں نہیں ملتا تھا۔ کوکنگ اور بیکنگ میں اپنا ہاتھ سیدھا کیا۔ اس کے علاوہ یہ سبق ملا کہ خدا سے تعلق پیدا کرنا کتنا ضروری ہے کیونکہ وقت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا اور لوگ زندگی میں آتے جاتے رہتے ہیں، اس لیے خدا کو ہی اپنا دوست بنانا چاہیے۔ خدا کرے کہ میری یہ نئی عادتیں عام دنوں میں بھی رہیں اور خدا تعالیٰ سب کو اس وائرس سے بچائے۔ آمین

محترمہ آسیہ منصور صاحبہ لکھتی ہیں:

اس آزمائش کی گھڑی میں ہمیں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ ہم نے جس حد تک ہو سکا لوگوں کی مدد کی۔ متاثرہ لوگوں کے گھروں میں کھانا اور ضرورت کا سامان پہنچایا۔ دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ آزادی کی نعمت کو محسوس کیا۔ اپنوں سے جدائی کے غم سہے، اس دوران ہمارے بہت سے پیارے ہم سے جدا ہو گئے اور ہم ان کا آخری دیدار تک نہ کر سکے۔ اس مشکل وقت میں حضور انور کی راہنمائی اور دعاؤں سے بہت تسلی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان وبائی امراض سے محفوظ رکھے۔ آمین

محترمہ آصفہ کوکب اور شائلہ مبین لکھتی ہیں:

جب کورونا کی وباء پھیلنا شروع ہوئی تو اس وقت ہم اپنی بہن کی شادی میں شرکت کرنے کے لیے پاکستان گئے ہوئے تھے۔ جس ہفتہ میں ہماری واپسی تھی اس ہفتے میں ناروے کی فلائیٹس معطل کر دی گئیں جس کی وجہ سے ہم ساڑھے تین ماہ تک پاکستان میں رہے۔ وہاں کورونا کی وجہ سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا مگر اس کا مثبت پہلو یہ تھا کہ ہمیں اپنی فیملی کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ انفرادی و اجتماعی طور پر عبادت کی طرف خصوصی توجہ ہوئی۔ سب فیملی ممبرز گھر میں پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

باوجود بہت کوشش کے بعض وجوہات کی بناء پر ہم نماز عید الفطر پہلے دن زوال سے پہلے ادا نہ کر سکے تو فقہ احمدیہ سے رہنمائی لی جس میں لکھا

جب اس وائرس کے بارے میں سنا تو دل میں کافی خوف تھا لیکن اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا کہ اگر اس سے متاثر ہو بھی گئے تو حفیظ اور شافی خدا خود ہی سنبھال لے گا۔ ہماری پوری فیملی اس وائرس سے متاثر ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ہمارے بچوں میں اس وائرس کی کوئی بھی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ میرے میاں طبیعت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے دس دن ہسپتال میں بھی زیر علاج رہے۔ خاکسار نے بیماری کا عرصہ گھر میں ہی گزارا۔ یہاں ایک اور بات کا ذکر کرنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص ہی فضل تھا کہ ڈاکٹر مجھے گھر آکر چیک کر جاتے تھے اور اس بات کی تسلی دے کر جاتے تھے کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، جب بھی طبیعت خراب ہو فوراً فون کر دینا۔ یہاں میں خلافت اور جماعت سے وابستگی کے ثمرات میں سے جو ہمیں حاصل ہوا اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ خلیفہ وقت نے ایک مشفق باپ کی طرح دعاؤں اور دواؤں سے علاج کیا، نہ صرف یہ بلکہ ہر ہفتہ بیماروں کی صحت سے متعلق معلومات جماعتی طور پر منگواتے رہے۔ دعاؤں کا ایک لا محدود خزانہ ”اے چھاؤں چھاؤں شخص تری عمر ہو دراز“

اب میں جماعت احمدیہ اور خصوصاً جماعت احمدیہ ناروے کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ سب نے انتہائی خلوص سے ہمارے لیے دعائیں کیں۔ میں اپنی ان بہنوں کی محبت اور خلوص کو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی جنہوں نے ہماری بیماری کے دوران کھانے بنا کر بھیجے اور میں ان سب بہنوں اور بھائیوں کی بھی تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے گھر کا سودا سلف خریدنے میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جائے۔ آمین

عزیزہ عالیہ جمیل لکھتی ہیں:

اس وقت میں میری زندگی میں کافی مثبت تبدیلی آئی۔ سب سے بڑی بات 24 گھنٹے گھر میں ہونے کی وجہ سے نماز وقت پر پڑھنے لگی۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ گھر میں باجماعت نماز پڑھی جانے لگی ہے اور حضور انور کا خطبہ جمعہ لائیو دیکھنے کا موقع ملا جو کافی ہفتوں سے یونیورسٹی کی کلاسز کی

تین فیملیز کی مالی مدد کرنے کی بھی توفیق ملی۔ ہسپتال میں ایک غیر احمدی مریضہ کی عیادت کی اور اسے کھانا بھی دیا۔ الحمد للہ

محترمہ حافظہ صباحت لکھتی ہیں:

اس کورونا پیریڈ میں میں نے ایک فیملی کے لیے کھانا بنایا۔ پھر Gamlebyen گئے اور ان کے ساتھ عید کا دن منایا۔ اپنی دو دوست کو تحائف دیئے۔ غریبوں کو پاکستان پیسے بھیجے۔ اس فارغ وقت میں قرآن کریم کی دہرائی کر رہی ہوں۔ ایک بچی کو قرآن کریم کا لفظی ترجمہ سکھا رہی ہوں۔ اس کے دو سپارے مکمل ہو گئے ہیں۔ ایک بچی فون پر روزانہ قرآن پاک حفظ کر رہی ہے۔

محترمہ فرح ذوالفقار صاحبہ لکھتی ہیں:

کورونا ایک ایسی آفت ہے جسے ہم نے پہلی دفعہ دیکھا اور محسوس کیا۔ شروع میں تو ایسے لگا کہ اب زندگی ختم ہونے کو ہے۔ ہر طرف خوف کا سماں تھا۔ بازار جاؤ تو لوگ افراتفری میں ہر چیز خرید رہے تھے کہ میں ہی سب کچھ سمیٹ لوں۔ پتہ نہیں کہ کل کیا ہو گا؟

اس وبائی مرض کے دنوں میں ہم نیشنل لجنہ اماء اللہ کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارے لیے ہر وقت اچھے اچھے پروگرام ترتیب دیے۔ ہم لوگ ہر وقت کچھ نہ کچھ سیکھ رہے تھے۔ کوئی قرآن مجید پڑھا رہا ہے تو کوئی تلفظ کی کلاس لے رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری ریجنل صدر صاحبہ نے ہم Østfold کی جماعت پہ بہت کام کیا۔ لجنہ کے ساتھ ساتھ ناصرات اور چھوٹے بچوں پر بھی پورا دھیان تھا اور ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ ہم عام دنوں سے زیادہ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے ہیں۔ اجلاس ہو رہے ہیں، کلاسیں لگ رہی ہیں۔ پہلے اجلاس پر جانے کے لیے جانا ہی مشکل مرحلہ ہوتا تھا مگر اب گھر بیٹھ کر پوری توجہ سے ہم ان دنوں میں اپنے اپنے کاموں میں جو ہمیں نیشنل عاملہ کی طرف سے ملتے ہیں مصروف ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ وقت واقعی خوفناک بیماری والا وقت تھا اور ابھی بھی ہے لیکن اس کا ایک فائدہ یہ

تھا: ”اگر عید کی نماز پہلے دن زوال سے پہلے نہ پڑھی جاسکے تو عید الفطر دوسرے دن اور عید الاضحیہ تیسرے دن تک زوال سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے“۔ (فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 179) یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ چنانچہ ہم سب گھروالوں نے زندگی میں پہلی بار دوسرے دن نماز عید الفطر ادا کی۔

محترمہ نصرت خواجہ لکھتی ہیں:

جب اس وباء کا سنا تو دل میں خوف پیدا ہوا۔ پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق دعاؤں کی طرف مزید توجہ ہوئی اور گھر میں روزانہ باجماعت نماز میں باقاعدگی، ضرورت مندوں کی مالی مدد اور بچوں کی دینی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہوئی۔ اسی طرح نماز جمعہ باقاعدگی سے گھر میں ہونے لگی جس میں باقاعدگی اب بھی جاری ہے۔

محترمہ پروین اختر صاحبہ لکھتی ہیں:

عرض حال یہ ہے کہ پہلے تو اس کے بارے میں اتنا معلوم نہیں تھا لیکن جب اور جیسے جیسے علم ہوتا گیا تو پھر خوف بڑھتا گیا۔ دل اپنے پیاروں کے لیے دعائیں مصروف ہو گیا۔ نماز میں دعائیں کرتے ہی یہ وقت گزرا کیونکہ اس کی دہشت بہت تھی اور اب بھی ہے مگر وہ ایک الگ کیفیت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کر رہے ہیں۔ مجھے سب سے زیادہ فکر حضور کی تھی۔ صد شکر الحمد للہ وہ بخیر وعافیت ہیں۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ ہر طرح سے ان کی حفاظت کے سامان فراہم کرے اور ان کا شفیق سایہ ہم پر سلامت رکھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس موذی بیماری کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔ آمین

محترمہ قیصرہ خواجہ صاحبہ لکھتی ہیں:

کورونا وائرس کے دوران حکومتی اور جماعتی ہدایات کے مطابق کماحقہ عمل کیا۔ پانچوں وقت نماز باجماعت پڑھنے، خطبہ جمعہ باقاعدگی سے سننے، دعاؤں اور خدمتِ خلق کی بھی توفیق ملی۔ دوبار بس سٹاپ پر بیٹھے تین افریقن کو Moss sentrum تک ڈرائیو کیا۔ اس کے علاوہ دو

ہوا کہ گھروں میں باجماعت نماز کا قیام عمل میں آیا اور پیارے امام کے خطبات اکٹھے بیٹھ کر سننے کا موقع ملا۔

محترمہ امتہ المنان صبا ندیم لکھتی ہیں:

یہ اچانک سے کیسی وبا آگئی ہر طرف ایک جھلک سا چلنے لگا
 وقت کی نبض جیسے ہو رکنے لگی نظم و ضبطِ زماں تھر تھرانے لگا
 اپنا اپنوں سے کیسے گریزاں ہوا ایک ہی چھت کے نیچے پھٹرنے لگا
 زندگی ہر قدم خوف کھانے لگی موت کا بھوت یوں دندنانے لگا
 یہ ہوا معجزہ دشمنی چھوڑ کر قدر انساں غریبوں کی کرنے لگا
 قربتیں ہر کسی کی خدا سے بڑھیں دل و جاں سے خلافت پہ مرنے لگا
 دست بدستہ دعا ہے صبا کے خد اب صبر کا ہے پیمانہ بھرنے لگا

محترمہ فوزیہ ملک لکھتی ہیں:

بچانا ہے ہمیں سب کو بچانا ہے ہمیں خود کو
 بس اتنی بات ہے پیار و ذرا احتیاط ہے پیارو

بتایا تھا نبی نے جو وہی اک کام کرنا ہے

صفائی کا طریقہ ہم کو صبح شام کرنا ہے

خدا کا راستہ ہم کو صحیح منزل دکھائے گا

جو نبیوں نے دکھایا تھا وہ راستہ کام آئے گا

ذرا خود کو ٹٹولیں تو نتیجہ آ ہی جائے گا

سبھی سجدوں میں جھک جائیں خدا تو مان جائے گا

موسم گرما کے چند پھل اور ان کے فوائد:

آلو بخارا: یہ پھل سرد تر ہے پیاس کو تسکین دیتا ہے گرمی کے بخار اور متلی میں مفید ہے۔ طبیعت کو نرم کرتا ہے آنتوں میں پھسلن پیدا کرتا ہے۔ باوجود ترش ہونے کے کھانسی کے لیے مضر نہیں اس کے پتوں کا جو شانہ بنا کر غرارے کرنا نزلے کو روکتا ہے۔ اس کا مربہ قبض کشا ہے۔ چند دانے رات کو سوتے وقت کھانے سے قبض دور ہو جاتا ہے۔

آم: مشہور پھل ہے اس کی کئی قسمیں ہیں۔ سبھی فائدہ مند ہیں۔ پختہ آم خون پیدا کرتا ہے دل کو طاقت بخشتا ہے معدہ، مثانہ، گردوں کو بھی طاقت بخشتا ہے۔ آم کو چوس کر کھانا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کچے آم کو آگ پر پکا کر اس کا رس نچوڑ کر استعمال کیا جائے تو لو لگنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ آموں کو خوب دھو کر کھانا چاہیے۔ آم کھانے کے بعد دودھ کی لسی بہت مفید ہے۔

خر بوزہ: خر بوزہ قبض کشا ہے پھتری توڑتا ہے، گردوں کی اصلاح کرتا ہے اس کے بیج چہرے کی سیاہیاں دور کرتے ہیں۔ درد سینہ اور ورم جگر میں مفید ہے۔ اور پیشاب کی جلن دور کرتا ہے۔

تر بوزہ: یہ مشہور پھل ہے بڑے مزے سے کھایا جاتا ہے۔ پیاس کو تسکین دیتا ہے۔ یرقان اور اسہال میں مفید ہے۔

(سرور مبارک)

کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ

مرے مولا مرے ولی و نصیر

مرے آقا مرے عزیز و قدیر

اے مجیب الدعاء سمیع و بصیر

قادر و مقتدر علیم و خبیر

دل کی حالت کے جاننے والے

اپنے بندوں کی ماننے والے

اے ودود و رؤف رب رحیم

اے غفور اے میرے عفو و حلیم

لطف کر بخش دے خطاؤں کو

ٹال دے۔ دور کر بلاؤں کو

شانی و کافی و حفیظ و سلام

مالک و ذوالجلال والا کرام

خالق الخلق، ربی الاعلیٰ،

حی و قیوم، محیی الموتی

واسطہ تجھ کو تیری قدرت کا

واسطہ تجھ کو تیری رحمت کا

اپنے نام کریم کا صدقہ

اپنے فضل عظیم کا صدقہ

تجھ کو تیرا ہی واسطہ پیارے

میرے پیاروں کو دے شفا پیارے

(آمین)

(ازدردن صفحہ: 49)

ابن بطوطہ (مسلمان سیاح)

(سعیدہ فرحت رانا نعیم - مجلس بیت النصر)

ایک کروڑ مربع کلومیٹر کی سیاحت کے لئے 30 سال تک ایک لاکھ کلومیٹر سے زائد پیدل چلنے والے مسلمان سیاح اور مورخ کا مکمل نام ابو عبد اللہ محمد ابن بطوطہ ہے۔ ابن بطوطہ 24 فروری 1304ء میں مراکش کے ایک شہر طنجہ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ طنجہ ہی میں ابن بطوطہ نے اسلامی فقہ، ادب، تاریخ اور جغرافیہ کی تعلیم حاصل کی۔

اُن کے والد اور خاندان کے دیگر افراد قاضی کے عہدوں پر کام کرتے رہے تھے اور علم فقہ کے شعبے میں اُن کے خاندان کے علمی کمال کی بڑی دھوم تھی لیکن فقہ کے میدان میں مہارت حاصل کرنے کے باوجود ابن بطوطہ اس شعبے میں کیریئر بنانے میں چنداں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نوجوانی ہی میں اس شعبے کی طرف راجع ہوئے جسے انہوں نے آنے والے برسوں میں اپنی پہچان بنانا تھا اور جس میں اُن کے گراں قدر کام نے انہیں ہمیشہ کے لیے ایک افضل رتبہ عطا کیا۔ 1325ء میں جب ان کی عمر اکیس برس کی تھی تو فرائض حج کی ادائیگی سے انہوں نے اپنی سیاحت کا آغاز کیا۔ یہ اپنے شہر سے باہر ان کا پہلا سفر تھا۔ یہ سفر جو سولہ مہینوں میں مکمل ہونا تھا، اگلے چوبیس برسوں پر محیط ہو گیا اور اس دوران میں شوقِ سیاحت نے انہیں کہیں ایک جگہ قیام کرنے سے مانع رکھا۔ اُن کے لیے منزل اہم نہیں تھی بلکہ سفر جاری رکھنے کا ایک بہانہ تھا۔ وہ سفر کے اسیر تھے۔ یہی شوق انہیں دنیا بھر میں مختلف خطوں میں لیے پھرتا رہا۔ زیادہ تر انہوں نے زمینی راستوں کو سفر کے لیے منتخب کیا اور لوٹ مار سے بچنے کے لیے قافلوں میں شامل ہو جاتے جو انہیں ہر شعبے کے ماہرین سے ملنے اور ان کے ساتھ سفر کرنے کے مواقع فراہم کرتا۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ زیادہ تر سفر انہوں نے تنہا طے کیے، نہ کسی کارواں میں شامل ہوئے، نہ کسی ساتھی کی صحبت کا سہارا لیا۔ ساتھ رہی تو بس ایک خواہش، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شدید ہوتی گئی اور وہ خواہش اجنبی سرزمینوں اور ثقافتوں کی سیر اور اجنبی آبادیوں اور انسانوں سے ملنے کی تھی۔ اس خواہش نے ابن بطوطہ کو اس کے گھر بار، رشتہ داروں اور دوستوں سے دور کر دیا۔ گھر اور عورت کا سکھ، دوستوں کی صحبت اور جانی پہچانی راہوں کا اطمینان انہوں نے تھج دیا۔ ان سفروں میں انہیں بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر پیدل سفر کی صعوبت بھی برداشت کرنی پڑی۔ کئی بار وہ فوجوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، لٹیروں کے حملوں کا شکار بنے، بار بار لوٹ لیے گئے، ایک سے زائد مرتبہ مرتے مرتے بچے اور متعدد بار راستہ بھٹک کر نئی منزلوں کی جانب رواں ہوئے۔ اپنے سفروں کا آغاز ابن بطوطہ نے مشرق وسطیٰ کے ممالک سے کیا۔ پھر وہ بحیرہ احمر سے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے جہاں انہوں نے حج کا فرائض ادا کیا۔ طویل صحرائی سفر کے بعد وہ عراق اور ایران پہنچے۔ 1330ء میں وہ پھر سے بحیرہ احمر کے ذریعے عدن اور تنزانیہ گئے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفروں کے دوران چار مرتبہ حج کیے۔ 1332ء میں وہ ہندوستان آئے جہاں ایک علم دوست بادشاہ محمد بن تغلق کی حکومت تھی۔ اس کے دربار میں اُن کی شہرت اُن کی آمد سے پہلے پہنچ چکی تھی۔

بادشاہ نے اُن کی خوب آؤ بھگت کی اور انہیں قاضی کے عہدے پر متعین کیا۔ یہاں وہ سولہ برس رہے۔ اس دربار میں علماء، صوفیاء اور دانشوروں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جنہیں سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ ان سولہ برسوں میں ابن بطوطہ کو سرکاری دوروں میں برصغیر کے متعدد علاقوں کی سیر کا موقع ملا، جس کا احوال انہوں نے تفصیل سے درج کیا ہے لیکن وہ خود لکھتے ہیں کہ وہ اس ملک میں بادشاہ کے عتاب کے

خوف سے قید ہو کر رہ گئے تھے کہ نہ نوکری چھوڑ کر جاسکتے تھے، نہ خود کو محض اس خطے تک محدود کرنے ہی پر مطمئن ہوتے تھے۔ ہندوستان سے باہر نکلنے کا موقع انہیں 1347ء میں میسر آیا جب وہ سرکاری وفد کے ساتھ چین گئے۔ اس سفر میں وہ ڈاکوؤں کے ہاتھوں لوٹ لیے گئے اور شدید زخمی ہوئے لیکن پھر سے اپنے قافلے سے آن ملے۔ آئندہ برسوں میں ابن بطوطہ مالدیپ اور سری لنکا بھی گئے۔ مالدیپ میں تو وہ قاضی اعلیٰ کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ سری لنکا سے روانہ ہوتے ہوئے بحری قزاقوں کے حملے کے نتیجے میں وہ ڈوبتے ڈوبتے بچے۔ اپنے سفروں میں ابن بطوطہ مختلف ثقافتوں اور ان کے رسوم و رواج کے بیان پر خاص توجہ صرف کرتے ہیں۔ انہیں وہ ایسی تفصیلات کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جن میں تجسس کے ساتھ ایک عالمانہ تحقیق بھی کار فرما دکھائی دیتی ہے۔

وہ جہاں کہیں کوئی معمول سے ہٹ کر اور نیا رویہ یا رواج دیکھتے تو اس کا قریب سے مشاہدہ کرتے اور پھر اس کی تفصیلات لکھ لیتے۔ یہ رسوم و رواج انہیں حظ بھی دیتے اور حیرتوں کے نئے ڈر ان پر روا کرتے۔ ایک موقع پر انہوں نے ہندوؤں میں سستی کی رسم کا مشاہدہ کیا اور اسے تفصیل سے لکھا۔ وہ اس کی ہیبت سے اس قدر دہل گئے کہ لکھتے ہیں کہ جلائی جانے والی عورت کے کرب نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ وہ اس بہیمانہ رسم کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ترکوں اور مغلوں میں عورتوں کی غیر معمولی قدر افزائی پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مغربی افریقہ میں انہوں نے آدم خور قبیلوں کی بودوباش کا مشاہدہ کیا۔

1349ء میں ابن بطوطہ چوبیس سالہ سیاحت کے بعد اپنے آبائی وطن مراکش پہنچے۔ یہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ پندرہ برس پہلے ان کا باپ اور چند ماہ پہلے ان کی ماں فوت ہو چکی تھی۔ چند ماہ بعد ہی وہ پھر سے سفر پر روانہ ہوئے۔

1354ء میں وہ پھر سے مراکش لوٹے تو اس بار یہیں مستقل اقامت اختیار کرنے کے ارادہ کیا۔ مراکش کے حکمران ابوحنان فارس کی فرمائش پر انہوں نے اپنے سفروں کا احوال قلم بند کیا۔ اس کتاب کا پورا نام ”تحفہ النظاری غرائب الامصار و عجائب الاسفار“ ہے۔ تاہم اسے ”الرحلۃ“ کے مختصر نام سے بھی پکارا جاتا ہے، جس کا مطلب ”سفر“ ہے۔ یہ کتاب مختلف ممالک کے تاریخی و جغرافیائی حالات کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب عربی ادب میں اولین سفر نامے کے طور پر بھی معروف ہے جسے عالمی ادب میں کلاسیک کا درجہ حاصل ہے۔

ابن بطوطہ 60 بادشاہوں کے بہت سے وزیروں اور گورنروں کو ملے اور کم و بیش 2 ہزار افراد ایسے تھے جن کے ابن بطوطہ کے ساتھ ذاتی نوعیت کے تعلقات تھے۔ یہ افراد پوری اسلامی دنیا سے تعلق رکھتے تھے۔

ابن بطوطہ کی مسلم دنیا سے باہر شہرت کا آغاز انیسویں صدی میں ہوا جب جرمن سیاح الریچ جیسپر سیٹزن نے مشرق وسطیٰ میں چند مسودات حاصل کیے۔

انہی مسودات میں 94 صفحات پر مشتمل ایک مسودہ ابن بطوطہ کی کتاب کے خلاصے کی صورت میں موجود تھا۔ اس خلاصے کے جرمن زبان میں ترجمے کے بعد ابن بطوطہ کے مسودات کی تلاش اور ان کے تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔

1355ء میں ابن بطوطہ نے اپنا سفر نامہ مکمل کیا اور مستقل طور پر دمشق میں اپنے آبائی گاؤں میں اقامت اختیار کی۔ ابن بطوطہ کی اس کے بعد کی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات موجود ہیں۔ انہیں مراکش میں قاضی کے عہدے پر تعینات کر دیا گیا تھا۔ 1369ء میں اسی شہر میں ان کی وفات ہوئی۔

اچھے ازدواجی تعلقات کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں؟

(سلمانہ بتول، از شعبہ تربیت)

اسلام خاندانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ شوہر اور بیوی کے کردار کی وضاحت کر دی گئی ہے تاکہ ہر فرد جان سکے کہ اس سے کیا توقع کی جاتی ہے۔ اسلام شادی کو دو افراد کے مابین برابر کی شراکت داری کے طور پر دیکھتا ہے، جہاں وہ باہمی تعاون، اعتماد، احترام اور وفاداری کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشی پاسکتے ہیں۔

ازدواجی زندگی میں دونوں ساتھیوں کو ایک خاص کردار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: **قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْفَهُ ثُمَّ هَدَىٰ - (طہ: 51)**

ترجمہ: اس نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اُس کی خَلقت عطا کی پھر ہدایت کی راہ پر ڈال دیا۔

جس طرح مرد کو جسمانی طاقت اور نفسیاتی صلاحیتوں کی وجہ سے گھر سے باہر کام کرنے کے لئے تفویض کیا گیا ہے اسی طرح عورت جسمانی اور جذباتی طور پر بچوں کو جنم دینے کے قابل ہے اور گھر میں ان کی پرورش اور دیکھ بھال کے لئے انہیں ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔

اچھی شادی کو یقینی بنانے کے لئے دونوں کو ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: **وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ - (البقرة: 229)**

ترجمہ: اور اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مردوں پر) اتنا ہی حق ہے جتنا (مردوں کا) اُن پر ہے۔ حالانکہ مردوں کو ان پر ایک قسم کی فوقیت بھی ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ ہمیں بتاتا ہے کہ جب ذاتی حقوق کی بات ہوتی ہے تو عورتیں اور مرد برابر ہوتے ہیں لیکن کچھ معاملات میں، مرد کے پاس ذمہ داری کی وجہ سے آخری فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ ایک آدمی نہ صرف گھر کا سربراہ ہے بلکہ گھر کے اندرونی معاملات کی دیکھ بھال کرنے میں اپنی بیوی کی مدد کرنا بھی اس کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اپنی بیوی پر ”سرپرست“ کے طور پر مقرر کیا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ مرد کو کچھ ایسے معاملات اور ایسے حالات میں بھی ذمہ دار بنایا ہے جہاں بات ہاتھ سے نکل سکتی ہے اور کنبہ کو برباد کر سکتی ہے لیکن ایک اہم نکتہ جس کو سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مردوں کو یہ حق دینے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں یاد دلاتا ہے کہ وہ قادر ہے۔ اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ مرد اپنی مرضی کے مطابق اتھارٹی کو استعمال کرنے میں آزاد نہیں ہے اور ناجائز اقدامات کے لیے اسے

ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی شخص کی اپنی اہلیہ کے ساتھ بد سلوکی کو اسلامی طرز زندگی کی خلاف ورزی سمجھتے تھے۔ انہوں نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کے ساتھ سلوک کرنے پر بہت زور دیا۔ کشتی نوح میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”جو اپنی بیوی سے بد تمیزی کرتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔“ ایک موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ”آدمی کے تقویٰ اور طرز عمل کی سب سے پہلی گواہ بیویاں ہیں۔ اگر ان کے ساتھ تعلقات محبت والے نہیں ہیں تو کوئی خدا سے کس طرح صلح حاصل کر سکتا ہے؟“ (الحکم، 17.05.1903)

اسی طرح عورت کا بنیادی فرض نیک سلوک کرنا ہے۔ ایک اچھی عورت وہ ہے جو خاندانی یکجہتی کو فروغ دینے کی کوشش کرتی ہے، جو اپنے بچوں کی مناسب پرورش کے بارے میں چوکس رہتی ہے اور جو گھر کے معاملات کو موثر انداز اور مرد کی خواہشات کے مطابق سنبھالتی ہے۔ اگر عورت یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے کی نیت سے کرتی ہے تو اس کے عمل کو عبادت سمجھا جائے گا اور وہ اپنے رب کے پاس اس کے اجر کو پالے گی۔

شوہر اور بیوی کے مابین اچھے تعلقات پیدا کرنے کے لیے باہمی احترام اور تعاون بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **هُنَّ لِيَاكُمُ لُحْمٌ وَّ اَنْتُمْ لِيَاكُنَّ لِهِنَّ**۔ (البقرة: 188) یعنی وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

لباس کو جسم کے تحفظ، سجاوٹ اور ستر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کی عزت اور اخلاقیات کی حفاظت کرنی چاہئے اور ایک دوسرے کے جذبات کو پیار و محبت سے سمجھنا چاہئے۔ انہیں ایک دوسرے کے راز کو راز رکھنا چاہئے اور ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔

حضور اکرم ﷺ خواتین کی فلاح و بہبود کے حق میں تھے۔ انہوں نے اپنے صحابہؓ کو مستقل تاکید کی کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اپنی بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کا طرز عمل بہترین مثال ہے۔ اس موضوع پر بہت سی احادیث ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”ایمان میں سب سے کامل مومن وہ ہے جو بہترین سلوک کرے اور آپ میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں۔“

اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ ”کوئی بھی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کے خلاف کوئی برہمی کا مظاہرہ نہ کرے۔ اگر اسے اس میں کوئی بات پسند نہیں آتی ہے تو اسے اس کی کوئی اور بات اچھی بھی لگتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو، مردوں اور عورتوں دونوں کو یہ طاقت عطا فرمائے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو احسن طور پر نبھانے کے قابل ہوں جیسا کہ ہمارے رب کی خواہش اور ہم سے توقع ہے۔ آمین

دھنک کے رنگ آپ کے سنگ

حدیث نبوی ﷺ ہے:

رسول کریم ﷺ نے اپنے پیارے نواسے کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے ان نواسوں سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ اور اسی طرح ناپسندیدگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے گا۔

(ماخوذ از المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ و من مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول اللہ ﷺ حدیث: 4838)



حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ: 580 مطبوعہ ربوہ)



حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو



دانائی کی باتیں

امام غزالی فرماتے ہیں:

کسی کی پہچان علم سے نہیں ہوتی بلکہ اس کے ادب سے ہوتی ہے کیونکہ علم تو ابلیس کے پاس بھی بہت تھا لیکن وہ ادب سے محروم تھا۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں:

روئے زمین پر اکثریت میں ایسے لوگ ہیں جو دکھ، تکلیف، اذیت، فریب، اور دھوکا تو انسانوں کو دیتے ہیں اور معافی اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی نے اپنے غلام ایاز کو، ایک انگوٹھی دی اور کہا کہ اس پر ایک ایسا جملہ لکھو کہ میں اگر خوشی میں دیکھوں تو غمگین ہو جاؤں اور اگر غم میں دیکھوں تو خوش ہو جاؤں۔ غلام ایاز نے لکھا کہ ”یہ وقت بھی گزر جائے گا“۔

طاہرہ زرتشت ناز لکھتی ہیں

اگر خطبہ نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے
جماعت اور آقا جیسے ہیں یک جان و دو قالب
جو کیفیت ہے آقا کی اسے ہم جانتے کیسے
خدا کا خاص ہے یہ فضل و احسان مانتے کیسے

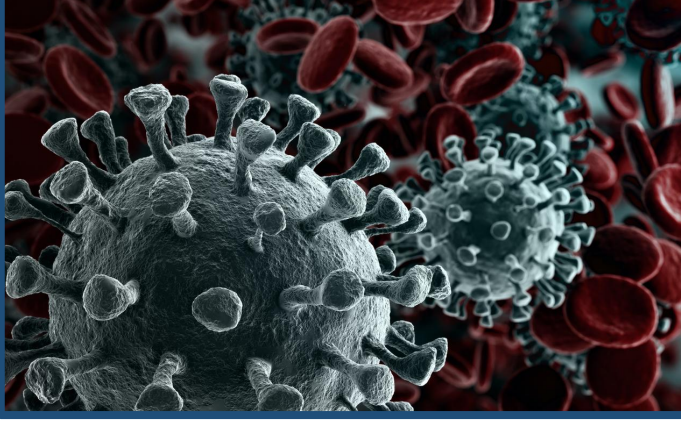
ویلنٹائن ڈے

یہ ایک لغو اور بیہودہ رسم ہے خواہ مخواہ لڑکوں اور لڑکیوں کو دوستیاں اور اور میل ملاپ کی طرف راغب کرتی ہیں۔ احمدی معاشرہ اس سے بالکل پاک و صاف ہونا چاہیے۔

اقوال زریں

(سرور مبارک مجلس نور ستر اند)

- آدمی مطالعہ سے بیدار ہوتا ہے۔ مکالمے سے تمیز آتی ہے اور لکھنے سے اس کی شخصیت نکھر جاتی ہے۔
- علم ایک ایسا خزانہ ہے جسے کوئی چوری نہیں کر سکتا۔
- علم خدا کا دیا ہوا پہلا اور قیمتی تحفہ ہے۔
- علم ایک راستہ ہے جو رب اور اس کے رسول سے ملا دیتا ہے۔
- علم زندگی کو سنوارنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔
- علم ایک خوبصورت باغ کا سب سے اہم اور خوشنما پھول ہے۔
- مطالعہ غم اور اداسی کا بہترین علاج ہے۔
- تعلیم کا آغاز توماں کی گود سے ہو جاتا ہے اس وقت ماں کا ہر لفظ بچے کے کردار کی تعمیر پر اثر ڈالتا ہے۔ ہر ماں کو یہ سمجھ لینا چاہیے۔



کورونا وائرس اور ڈپریشن

(ڈاکٹر نبیلہ انور)

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الزّعد: 29)

سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں

مختلف ریسرچ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے ذہنی تناؤ کا اثر ہمارے مدافعتی نظام پر پڑتا ہے۔ اگر ہم ذہنی طور پر مضبوط ہوں تو ہمارا مدافعتی نظام بھی مضبوط ہو گا اور اگر ذہنی دباؤ کی وجہ سے ہم تناؤ میں رہیں گے تو یہ نظام بھی کمزوری کے باعث بیماریوں سے لڑنے کی صلاحیت کھودے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے دماغ کو پرسکون رکھیں تاکہ ہم موجودہ آفت کا مقابلہ کر سکیں۔ کورونا وائرس کی وجہ سے آج تقریباً پوری دنیا لاک ڈاؤن میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے اور یقیناً اس لاک ڈاؤن سے لوگوں کے معمولات زندگی متاثر ہوئے ہیں۔ رابطے کم کرنے اور آمد و رفت کو محدود کرنے کی ہدایات پر عمل کرنا آسان نہیں اور فعال زندگی گزارنے والوں کے لیے موجودہ صورتحال ذہنی دباؤ کا باعث بنی ہے۔

ٹیلی ویژن اور ریڈیو پروگراموں میں کورونا کے بارے میں مسلسل خبروں اور پروگراموں کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں اور یوں بیشتر افراد گھبراہٹ اور شدید پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ امریکن سائنکلو جیکل ایسوسی ایشن میں کلینیکل ریسرچ کی ڈائریکٹر ماہر نفسیات اور سائنسدان، میری الورد کے مطابق دباؤ کا قدرتی ردعمل گھبراہٹ اور پریشانی ہے۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ اہم بات یہ ہے کہ آپ جہاں سے خبر حاصل کر رہے ہیں وہ درست ہو اور آپ بہتر انداز میں حقائق سے باخبر ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اپنے جذبات پر کنٹرول کریں اور حد درجہ پریشانی کو خود پر حاوی نہ ہونے دیں۔

ڈائریکٹر برائے نفسیات اور نفسیاتی تھراپی ڈاکٹر نک لیک کہتے ہیں: ”کورونا وائرس کا پھیلنا ہم سب کو نفسیاتی طور پر متاثر کر رہا ہے۔ لوگ خود، اور ان کے اہل خانہ اور دوست اس مرض کے اثرات سے پریشان ہوں گے نہ صرف صحت کے لحاظ سے بلکہ دیگر تمام طریقوں سے، کیونکہ یہ دباؤ ہماری زندگی اور زندگی گزارنے کے طریقوں کو بدل رہی ہے۔ اس میں وہ لوگ شامل ہیں جن کی ملازمتوں کو خطرہ لاحق ہے، جو مالی جدوجہد کر رہے ہیں اور جو پریشانی یا افسردگی کا شکار ہو سکتے ہیں۔“

انہوں نے کہا کہ زیادہ امکان ہے کہ لوگ ذہنی بیماریوں سے دوچار ہوں گے کیونکہ انہوں نے ایسی چیزیں کھودی ہیں جو عام طور پر ہمیں جذباتی طور پر بہتر رکھتی ہیں۔ ان میں دوستوں اور کنبہ کے ساتھ رابطے، جسمانی ورزش اور دیگر معمولات شامل ہیں جو ہمیں مشکلات کا سامنا کرنے کا حوصلہ دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ ہم لوگوں کی مدد کے لیے زیادہ سے زیادہ مشورے اور رہنمائی فراہم کر سکیں جہاں ہم کر سکتے ہیں۔

ایسے غیر معمولی حالات میں تشویش اور پریشانی بعض اوقات ایسی گھبراہٹ پیدا کر دیتی ہے جس سے ذہنی دباؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ماہرین کہتے ہیں کہ درست انداز میں سانس لینا اس دباؤ میں کمی لاسکتا ہے۔ تین بار لمبی سانس لیں تو آپ بہتر محسوس کریں گے۔ مخصوص انداز میں سانس لینے کی مشق جاری رکھتے ہوئے ذہنی دباؤ اور پریشانی کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے اور آج کے غیر معمولی حالات میں خود کو بہتر رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خود کو یقین دلائیں کہ ہر منفی صورتحال میں کہیں نہ کہیں کوئی مثبت پہلو موجود ہے جو آپ کو راستہ دکھائے گا۔

ڈاکٹر لیک نے ایسے طریقوں کی نشاندہی کی ہے جس میں لوگ اپنی اور اپنے آس پاس کے دیگر افراد کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں:

- یاد رکھیں کہ کسی بحران کے دوران افسردگی، تناؤ، الجھن، خوف یا غصہ محسوس ہونا فطری عمل ہے۔
- جہاں تک آپ کر سکتے ہیں صحت مند طرز زندگی کو برقرار رکھیں، بشمول غذا، نیند اور ورزش۔
- ایسی غذا کا استعمال زیادہ کریں جو مدافعتی نظام کو مضبوط کرنے میں مددگار ہو، مشہور نیوٹریشنسٹ ڈاکٹر کیتھرین کے مطابق لہسن، سٹرس فروٹ، ادرک، ہلدی، پالک، سبز چائے اور سورج مکھی کے بیج ایسی غذا ہیں جن کے استعمال سے ہم اپنا مدافعتی نظام مضبوط کر سکتے ہیں۔
- اپنے جذبات سے نمٹنے کے لئے سگریٹ نوشی سے پرہیز کریں۔
- لوگوں سے فون، ای میل اور سوشل میڈیا کے ذریعہ رابطے میں رہیں۔
- دوسروں کے ساتھ اور اپنے آپ سے بھی نرمی سے پیش آئیں۔
- میڈیا کو ریج کو کم دیکھنے یا سننے سے پریشانی کو محدود کریں۔
- اپنے دن کی تشکیل ان چیزوں سے کریں جو آپ حقیقت پسندی سے حاصل کر سکتے ہیں۔
- حالات حاضرہ سے باخبر رہنا چاہیے لیکن پورا دن ٹی وی کے سامنے گزارنے سے گریز کریں۔ صرف ایک یا دو گھنٹے ٹی وی چینل دیکھیں۔ زیادہ وقت پڑھنے اور لکھنے میں گزاریں۔
- اپنا وقت گھر میں موجود بچوں کی تعلیم و تربیت میں گزاریں۔ آپ فطرت سے جتنا قریب رہیں گے آپ کا ذہن اتنا ہی پرسکون رہے گا۔ اس وقت جب ہم گھروں تک محدود رہنے پر مجبور ہیں، باغبانی کے ذریعے ہم فطرت کے قریب رہ سکتے ہیں اور ذہنی اور نفسیاتی دباؤ سے بچ سکتے ہیں۔



ذہنی اضطراب پر قابو پانے کے دوسرے طریقے

- جب خود کو پریشان ہوتا محسوس کریں تو ایک ٹھنڈی سانس بھریں۔ یہ وقت سب کے لیے بہت ہی مشکل ہے اور آپ کی پریشانی جائز ہے۔
- صرف ان چیزوں پر اپنی توجہ مرکوز کریں جو آپ کے بس میں ہوں۔ جن چیزوں کے بارے میں آپ کچھ نہیں کر سکتے، ان کی نشاندہی کریں۔
- اپنی توجہ موجودہ حالات کی طرف کریں۔ اپنی سانسوں یا اپنی پانچوں حسوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں۔
- ایسی سرگرمیوں میں حصہ لیں جن سے آپ لطف اندوز ہو سکیں۔ مثال کے طور پر، کوئی اچھی کتاب پڑھیں، کچھ دیر کے لیے چہل قدمی کریں یا اپنے دوستوں اور گھر والوں سے باتیں کریں۔
- جو چیزیں آپ کو پریشان کرتی ہوں، ان کی نشاندہی کریں اور ان سے دور رہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کو خبریں سن کر ڈپریشن طاری ہونے لگے تو اپنا ٹی وی بند کر دیں۔
- خوشگوار چیزوں کے لیے شکر ادا کرنے کی عادت بنائیں۔
- ایک روٹین قائم کریں اور خود کو جسمانی اور ذہنی طور پر چاق و چوبند رکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس آفت سے محفوظ رکھے اور ہم اس سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ آمین

کلفا

(خافیہ شاہد - مجلس بیت النصر)

اشیاء:

چینی - 3/4 کپ

پاؤڈر دودھ - 6 کھانے کے چمچ

الابچی پاؤڈر - ایک چائے کا چمچ

بادام - 4 بڑے چمچ

کیوڑہ واٹر - 2 چائے کے چمچ

ناریل - 2 کپ

دودھ - 2 کپ

ترکیب:

1- سب سے پہلے دودھ کو ابال لیں۔

2- پھر دودھ میں چینی اور پاؤڈر ملک اور الابچی پاؤڈر شامل کریں اور تھوڑی دیر پکنے دیں۔

3- بادام اور پستہ کو موٹا موٹا کوٹ لیں اور دودھ میں شامل کر دیں ساتھ میں کیوڑہ واٹر بھی ڈال دیں اور پکائیں یہاں تک کہ آمیزہ کھیر کی

طرح گاڑہ ہو جائے۔ جب آمیزہ گاڑہ ہو جائے تو اس کو ٹھنڈا ہونے دیں۔

کریم کو پھینٹ لیں اور گاڑھا کر لیں (بہت زیادہ گاڑھا نہیں کرنا۔ کریم اور آمیزہ کو تھوڑا تھوڑا مکس کریں اور اچھے سے پھینٹ لیں۔ اب آپ کا

کلفا تیار ہے۔ اس کو کسی ڈبے یا کنٹینر میں ڈال کو اور اوپر بلیکنگ پیپر رکھ کر ڈبہ بند کر دیں اور 6 سے 8 گھنٹے فریز کر دیں۔ 8 گھنٹے بعد آپ کا کلفا

کھانے کے لیے تیار ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

(ندرت انور)

انداز میں مدد کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل میں ڈالا کہ اگر اس سے شادی کر لیں تو قبیلہ بنو مصطلق سے ساری دشمنیاں ختم ہو کر اس قبیلہ میں اسلام پھیلنے کے سامان ہو سکتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے بڑے سے نکاح کے متعلق بات کی تو بڑہ کو اپنا ایک خواب یاد آیا جو کئی برس پہلے انہوں نے دیکھا تھا کہ یثرب سے چلتا ہوا چاند ان کی آغوش میں آگیا ہے۔ خواب کی تعبیر سامنے تھی، آپ نے رضامندی دے دی اور یہ بابرکت شادی ہو گئی۔ نکاح کے وقت حضرت جویریہ کی عمر 20 سال تھی۔ یہ نکاح 627ء میں ہوا۔ شادی کے بعد آپ ﷺ نے آپ کا نام جویریہ رکھ دیا۔

نکاح کے بعد آپ ﷺ نے قبیلہ بنو مصطلق کے سارے جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا اور ان میں تیزی سے اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ آپ ﷺ کے ان سارے احسانات کی بدولت حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کرنے کا بہت جذبہ تھا۔ وہ اپنا اکثر وقت عبادت میں گزارتی تھیں۔ جب آپ ﷺ کو علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے کو بہت پسند فرماتا ہے تو کثرت سے روزے رکھنے لگیں۔

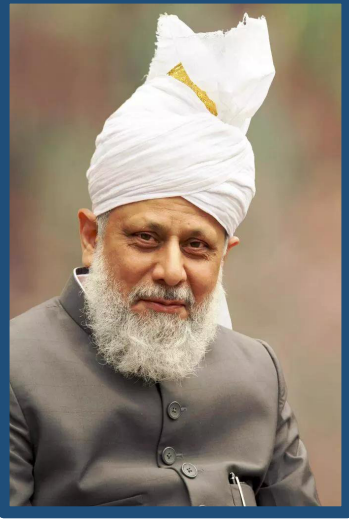
آپ غریبوں کی بے حد ہمدرد تھیں۔ صدقہ اور خیرات کر کے انہیں سکون ملتا تھا۔ کسی کی مدد کا موقع مل جائے تو اسے اللہ کی نعمت خیال فرماتیں۔ آپ کو اپنے محبوب شوہر کا ساتھ صرف چھ سال میسر آیا۔ آپ ﷺ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہر وقت یاد آتے تھے۔

آپ سے 17 حدیثیں مروی ہیں۔ آپ نے ربیع الاول 50 ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر 65 سال تھی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

نوٹ: شعبہ واقعات کی طرف سے ازواج مطہرات کی سیرت کا سلسلہ جولائی تا ستمبر 2018ء کے ذریعہ سے جاری ہے۔

مکہ والوں کے بے حد ستانے پر آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ میں رہنا شروع کر دیا۔ مدینہ والوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا مگر کچھ قبائل جو مدینہ کے ارد گرد رہتے تھے وہ آپ ﷺ کے بہت مخالف تھے۔ قبیلہ بنو مصطلق انہی مخالف قبیلوں میں سے ایک تھا۔ اس قبیلہ کے سردار کا نام حارث بن ابی ضرار تھا۔ اس شخص کو مسلمانوں سے بہت نفرت تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی بیٹی بڑہ کا شوہر مسافع بن صفوان بھی مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا اور انہیں مدینہ سے ختم کر دینے کی خواہش رکھتا تھا۔

جب اس قبیلہ نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو آپ ﷺ نے بھی مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ شعبان 5 ہجری کو مدینہ سے مسلمانوں کی فوج روانہ ہوئی۔ فوج کی روانگی کا سن کر قبیلہ بنو مصطلق کے سپہ سالار حارث بن ابی ضرار ڈر کے بھاگ گیا اور اس کی فوج بھی ادھر ادھر چلی گئی۔ باقی مخالفین اسلامی فوج کا مقابلہ نہ کر پائے اور جلد ہی انہوں نے شکست کھائی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ دشمنوں میں سے جو اس جنگ کے دوران مارے گئے ان میں حارث کا داماد مسافع بھی تھا اور جو جنگی قیدی بنے ان میں حارث کی بیٹی بڑہ بھی تھی اور اس طرح وہ مالِ غنیمت کا حصہ بن گئی۔ مالِ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو اسلامی لشکر کا مقابلہ کرنے کے بعد بھاگ جانے اور شکست کھانے والے پیچھے چھوڑ جائیں۔ آپ ﷺ مالِ غنیمت جہاد میں حصہ لینے والوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ اس تقسیم میں بڑہ بنت حارث، حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں۔ بڑہ سردار کی بیٹی تھیں اور غلامی میں لونڈی بن کر رہنا انہیں پسند نہ آیا۔ اسلام میں یہ طریق ہے کہ اگر لونڈی یا غلام کچھ رقم ادا کر دیں اور مالک رضامند ہو جائے تو انہیں آزادی مل سکتی ہے اور اس کو مکاتبت کہتے ہیں۔ بڑہ نے بھی اپنے مالک سے مکاتبت کی درخواست کی۔ حضرت ثابتؓ نے مکاتبت کی جو رقم مقرر کی وہ بڑہ کے پاس نہیں تھی اس لیے بڑہ نے آپ ﷺ سے مدد کی درخواست کی۔ بڑہ نے اتنے وقار سے اور اچھے



حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہالینڈ کی

واقعات نو کی کلاس 15 مئی 2012ء

(نبیلہ چیمہ - از شعبہ واقعات)

پنجوقتہ نماز کی طرف توجہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا سب سے پہلے تو یہ ہے کہ پانچ نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ سردیوں میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اور وقت کم ہوتا ہے اور نمازِ ظہر و عصر کا وقت سکول، کالج میں ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ یہ نمازیں رہ جائیں۔ نماز تو بہر حال ادا کرنی ہے۔ آپ کو اس کا کوئی باقاعدہ انتظام کرنا چاہیے۔

کھانے کی چیزوں میں احتیاط

ایک بچی نے سوال کیا کہ میری ایک ساتھی نے کیک بنایا اور مجھے بتایا کہ اس نے اس میں الکل بھی ڈالی ہے لیکن وہ کیک تیار کرتے ہوئے جل گئی ہے۔ تو کیا میں اس کیک کو کھا سکتی ہوں؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ نہیں کھا سکتی۔ یہ تو راستے کھولنے والی بات ہے سوائے اس کے کہ مجبوری ہو۔ دوائیوں میں بھی الکل پڑتی ہے لیکن وہ علاج کے لیے استعمال کرتے ہیں جو مجبوری کی حالت ہے۔ لیکن اس طرح کھانوں کے بارے میں یہ کہنا کہ اس میں جو الکل تھی وہ پک گئی اور ختم ہو گئی، یہ غلط چیز ہے۔ احمدیوں کو ایسا کھانا نہیں کھانا چاہیے ورنہ بہانے ملتے جائیں گے اور پھر بات رکے گی نہیں۔

ایک بچی نے سوال کیا کہ ہم جیلیٹن کی چیزیں کھا سکتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ احتیاط سے پہلے دیکھنا چاہیے۔ بعض دفعہ سور کی ہڈیوں سے بناتے ہیں وہ تو نہیں کھانی چاہیے، لیکن جو حلال جانور کی ہڈیوں وغیرہ سے بنی ہو وہ استعمال کر لیا کرو۔ میں تو چاکلیٹ اور کیک وغیرہ بھی پڑھ کر کھاتا ہوں۔ ان کی پیکنگ پر وہ سب کچھ لکھا ہوتا ہے جو ان کی تیاری میں استعمال ہوا ہے۔ ان کی شرابوں کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض دفعہ پڑھنے کے باوجود پتہ نہیں چلتا کہ یہ کیا چیز ہے تو تم یہ نہ سمجھو کہ بڑی اچھی چیز ہے۔ پہلے ڈکشنری میں دیکھ لیا کرو۔ milk چاکلیٹ ہوتی ہے، nuts والی چاکلیٹ ہوتی ہے وہ کھا لیا کرو۔

ایک بچی نے سوال کیا کہ اگر غلطی سے الکل والی چیز کھالی جائے تو پھر کیا کرنا چاہیے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا غلطی سے کھا لو تو استغفار پڑھو۔ پہلے ہی احتیاط کر لیا کرو۔ پڑھ لیا کرو۔ ان یورپین لوگوں میں اتنی تو شرافت ہے کہ اوپر لکھ دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کی کراہت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ جب پتہ چل جائے کہ کوئی غلط چیز کھائی ہے تو قے کر دیتے ہیں۔ بہر حال غلطی سے اگر کھالی جائے تو غلطی تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ تم لوگ بھی دوسروں کی غلطیاں معاف کیا کرو۔ اگر کوئی معافی مانگتا ہو تو معاف کر دیا کرو۔

ایک بچی نے سوال کیا کہ بعض غیر احمدی لوگ احمدی لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ میک اپ کرنے کی صورت میں اور نیل پالش کی صورت میں نماز نہیں ہو سکتی کیونکہ پوری طرح وضو نہیں ہوتا؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا اگر کسی کی نہیں ہوتی تو نہ پڑھا کرے۔ ہم تو پڑھتے ہیں۔ نیل پالش اور ناخن کے درمیان تو کوئی گند نہیں آسکتا اس لیے جو وضو ہوتا ہے بالکل صحیح ہوتا ہے۔ نماز نہ پڑھنا زیادہ گناہ ہے بہ نسبت اس کے کہ اس قسم کے مسائل بنا کر نماز چھوڑ دی جائے۔ میک اپ کی وجہ سے وضو نہ کرنا کہ خراب ہو جائے گا تو یہ غلط ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 8 جون 2012ء جلد 19 شماره 23)

یاد رفتگان

رَبِّ اَزْ حَمَّهْمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا

(صدیقہ و سیم - مجلس فولو)

میرے والد صاحب محمد حنیف باجوہ 17 اگست 2020ء بروز جمعۃ المبارک بقضاء الہی وفات پا گئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات پاکستان ربوہ میں ہوئی، آپ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد چوہدری نظام دین باجوہ ساکن چک نمبر 107 فتح چشتیاں ضلع بہاولنگر کے ذریعے آئی جنہوں نے ایک خواب کی بناء پر 1898ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریری بیعت کی لیکن قادیان جانے کی سعادت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں نصیب ہوئی۔

اباجان کی عمر بوقت وفات 90 سال تھی، بہت باہمت انسان تھے آخری وقت تک اپنے سب کام خود کیے۔ فروری کے آخر میں کینیڈا سے پاکستان آئے حالات خراب ہونے کی وجہ سے واپسی ممکن نہ ہو سکی۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کی وفات اور تدفین پاکستان میں ہو، یہ خدائی تقدیر ہی تھی جو ان کو سب بچوں کے منع کرنے کے باوجود پاکستان لے آئی ورنہ ان حالات میں پاکستان تدفین ممکن نہیں تھی آپ تہجد گزار، صوم و صلوٰۃ کے پابند، جماعت اور خلافت کے سچے عاشق تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت ہمیشہ بلند آواز میں کرتے۔ کوئی بھی جماعتی تحریک ہوتی حسب توفیق کم یا زیادہ ضرور حصہ لیتے۔

آپ کو خدا پر بہت توکل تھا اکثر اپنے خدا پر توکل کے واقعات سنایا کرتے تھے آپ ایک پر جوش داعی اللہ تھے تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ آپ ایریگیٹیشن کے محکمہ میں سرکاری ملازم تھے۔ ملازمت کے دوران آپ کو احمدیت کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا 1974 کے ہنگاموں کے وقت بہاولنگر میں اپنی کالونی میں اکیلے احمدی ہونے اور شدید مخالفت کے باوجود کبھی نہیں گھبرائے۔ یہی خدا پر توکل تھا جس نے اس مخالفت کی آگ میں بھی آپ کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔ جب مخالفت زیادہ بڑھ گئی تو اپنی فیملی کو ربوہ شفٹ کر دیا اور خود ریٹائرمنٹ تک اکیلے رہے جس کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ مجھے کیا کیا مشکلات پیش آئیں۔

آپ بتاتے تھے کہ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو انہوں نے بائیکاٹ کر دیا اور یہاں تک کہ پانی بھی بند کر دیا کہ جس جگہ سے یا جس برتن میں یہ پیے گا ہم نہیں پینیں گے۔ اس زمانے میں منزل واٹر کی بوتلوں کا زمانہ نہ تھا بلکہ مٹی کے مٹکوں اور گلاس کا زمانہ تھا ایسے میں شدید گرمی کے باوجود آپ گھر سے پانی پی کر جاتے اور واپس شام کو گھر آکر پیتے مگر جاب سے چھٹی نہ کی۔ حالات سے گھبرائے نہیں بلکہ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر خدا کے پیار کے بھی واقعات سنایا کرتے تھے کہ کیسے خدا نے ضرورتوں کو پورا کیا اور اولاد کو نیک اور دیندار بنایا۔ خدا کے احسانوں کو اکثر گناتے تھے کہ میں تو اس قابل نہ تھا یہ اس کا احسان ہی ہے کہ اس نے مجھے سب کچھ دیا۔

میرے ابا ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ میں ایک ایسی سرزمین پر ہوں جہاں کھیت اور کھلیان پہاڑوں پر ہیں۔ یہ خواب انہوں نے گھر والوں کو بھی سنائی۔ یہ خواب تب پوری ہوئی جب وہ پاکستان سے کینیڈا شفٹ ہوئے۔ ہوا یوں کہ

وہ کینڈا سے میری بڑی بہن منصورہ خالد کے پاس امریکہ کارپورگئے تو راستے میں یہ نظارہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ انہیں اپنی یہ خواب یاد آگئی جس پر خدا کا بے انتہا شکر ادا کیا کہ اس نے توفیق دی۔ آپ کو یورپ گھومنے کا بھی اتفاق ہوا ہر جگہ جماعت کی ترقیات دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ونگوئر میں سکھ برادری بہت ہے میری بھابھی رافعہ جو میرے منجے بھائی کی بیوی ہے بتاتی ہے کہ شام کو اکثر پارک میں چلے جاتے سکھوں سے باتیں کرتے اور ساتھ ہی ان کو جماعت کا تعارف بھی کرواتے۔ جب گھر آتے تو بہت خوش ہوتے اور بتاتے کہ آج میں نے اتنے لوگوں کو جماعت کا تعارف کروایا ہے۔ اور پھر تبلیغ ہی نہیں ان کو جماعت کے پروگراموں پر آنے کی دعوت بھی دیتے۔

ہماری والدہ بہت اچھا کھانا بناتی تھیں مگر جب ہم بہنوں نے بنانا شروع کیا تو کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ اچھا نہیں بنا مگر آپ نے کھانے میں کبھی نقص نہ نکالا نہ صرف بیٹیاں بہوؤں نے بھی جو دیا خدا کا شکر ادا کر کے کھایا مگر جب کبھی امی نے بنایا فوراً پہچان گئے کہ آج کھانا بہو بیٹیوں کا بنا ہوا نہیں ہے۔ امی کی وفات کے بعد میرے پاس ناروے آئے میں نے کچھ بنایا تو فوراً بولے کہ بالکل اپنی امی کی طرح بنایا ہے۔

میرے تینوں بھائی، حمید احمد باجوہ، عطاء الحئی باجوہ، لطف المنان باجوہ کینڈا میں رہتے ہیں اس لیے ان کو تینوں بیٹوں کے بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع بھی ملا، آپ نے ایک لمبی عمر پائی آپ نے اپنے ایک پڑپوتے، دو پڑنواسیوں کو بھی دیکھا۔ آپ تینوں بچوں کے پاس رہے مگر زیادہ وقت وہ منجھے بھائی عطاء الحئی کے گھر میں رہے۔ اللہ میری تینوں بھابیوں آمنہ حمید، رافعہ حنا اور ام صبا کو جنہوں نے ہمارے ابا کا خیال رکھا جزا دے امین۔

جیسے کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ 1974 کے ہنگاموں کے بعد ہم سب ربوہ شفٹ ہو گئے تھے مگر چھٹیوں میں ہم میں سے کوئی نہ کوئی ابا کے پاس چلا جاتا تھا۔ بظاہر یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے مگر ابا نے اس کو ساری زندگی یاد رکھا اور اکثر بیان کیا کرتے تھے۔ ہوا یوں کہ اب کی بار میری باری تھی ابا کے پاس جانے کی وہاں جا کر کیا دیکھا کہ ابا کی رضائی گندی ہو گئی ہے۔ نہیں معلوم میرے دل میں یہ خیال کیسے آیا کہ میں اس کو ادھیڑ کر اور دھو کر دوبارہ بنا سکتی ہوں۔ رضائی جو پاکستان سے آیا ہے اس کو سمجھ آگئی ہوگی کہ اس سے کیا مراد ہے اس وقت اب کی طرح کی رضائی نہ ہوتی تھی بلکہ روئی کی بنی ہوئی اور گندائی کی ہوئی ہوتی تھی جس کو ہر سال دو سال کے بعد کھول کر روئی کی دھنائی کر کے دوبارہ بنایا جاتا تھا۔ جو کے اچھا خاصہ محنت طلب کام تھا۔ یہ خیال ذہن میں آتے ہی ابا سے کہہ دیا انہوں نے پہلے مجھے دیکھا اور پھر ہنس کر بولے کہ نہیں نہیں ربوہ لے جاؤں گا تمہاری امی ٹھیک کر دے گی مگر میرے اصرار پر مان گئے مگر ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ میرا دل رکھنے کو کہا ہے۔ مگر میں نے رضامندی کا سگنل ملتے ہی قینچی سے ساری رضائی کے دھاگے کاٹ ڈالے۔ رضائی کا کپڑا دھویا اور ابا کو اون دھننے کے لیے دے دی، یہاں تک تو ٹھیک تھا اب اصل مرحلہ تو اگلا تھا اسے بنانے کا۔ ابا بھی یقیناً دل میں میری نادانی پر ہنس رہے تھے۔ اگلے دن جب سے واپس آکر ہنستے ہوئے پوچھا کہ کیا حال ہے میری رضائی کا جیسے انہیں اس جواب کا انتظار ہو کہ ابو سوری میرے سے نہیں ہوا، مگر جب میں نے کہا ابو وہ تیار ہے تو حیرت سے بولے کیسے۔ جب میں نے لا کر دکھائی تو بہت خوش ہوئے جبکہ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ کیسی بنی ہوگی کیونکہ میں نے امی کو بناتے تو دیکھا تھا مگر بنائی کبھی نہ تھی یہ میرا پہلا تجربہ تھا جو ابا کی رضائی پر کیا گیا تھا مگر آپ نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ اس بات کا ذکر نہ صرف اس وقت امی سے کیا بلکہ وفات سے پہلے تک اکثر کیا کرتے تھے اور باقاعدہ ہاتھ کے اشارے سے میری عمر کا بھی بتایا کرتے تھے کہ،، انی کو سی،، مطلب اتنی سی تھی۔ مجھے خود بھی یاد نہیں کہ میں کتنی تھی ابو کے ہاتھ کے اشاروں سے لگتا تھا جیسے میں ساتویں یا آٹھویں کلاس میں تھی۔ یہ واقعہ اب مجھے ہمیشہ ابو کی یاد دلاتا رہے گا۔

اسی طرح ایک واقعہ میری بہن مبشرہ ارشد بتاتی ہیں کہ ان کی سالگرہ پر ہمیشہ گنے کی پٹی آتی تھی۔ جس کو نہیں بھی یاد ہوتا تھا کہ آج مبشرہ باجی کی سالگرہ ہے اس کو بھی گنے دیکھ کر یاد آجاتا تھا۔ یہاں یہ بتاتی چلوں میری بہن کو گنے بہت پسند تھے۔ اس لیے یاد رکھتے تھے۔

آپ کی شادی رفیق حضرت بانی عالیہ سلسلہ احمدیہ حافظ محمد اسحاق صاحبؒ کی سب سے چھوٹی بیٹی حمیدہ حنیف سے ہوئی۔ آپ کی وفات 21 اپریل 2011 کو ونگوور میں ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ پاکستان میں ہوئی۔

جمعہ کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے ہمیشہ کوشش ہوتی کہ کم از کم آدھا گھنٹہ پہلے مسجد پہنچیں۔ اگر کسی وجہ سے کسی دوسرے کے ساتھ مسجد جانا ہوتا تو اس شخص کو انتظار نہ کروا تے بلکہ طے شدہ وقت سے پہلے ہی تیار ہو کر گھر سے باہر انتظار کر رہے ہوتے۔ اسی سلسلہ میں ایک واقعہ میری بہن منورہ سعید بتاتی ہیں کہ ان کے پاس سلیجیم آئے ہوئے تھے جمعہ کی نماز میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا اور گھر سے مسجد کا فاصلہ دس منٹ کا تھا مجھے اور میرے شوہر دونوں کو سرزنش کی کہ جمعہ کا کوئی اہتمام ہوتا ہے، پہلے جانا چاہیے تاکہ سکون سے کچھ نوافل ادا کیے جاسکیں۔ میری ایک بہن مبارکہ منصورہ مربی سلسلہ منصور احمد چٹھہ سے بیاہی ہوئی ہیں وفات کے وقت ان کے پاس تھے وہ بتاتے ہیں کہ وفات والے دن صبح اٹھے ناشتہ کیا اور پھر نہائے جیسے کہیں جانے کی تیاری کر رہے ہوں۔ نہیں معلوم تھا کہ یہ سفر آخرت کی تیاری ہے۔ ان کی یہی جمعہ سے محبت تھی کہ ان کی وفات بھی جمعہ کے دن بارہ بج کر تیس منٹ پر ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے بہت عقیدت تھی بزرگ تو بزرگ ہم اپنی نادانی میں اگر ساتھ کلاس میں جانے والی کسی بچی کے بارے میں بھی کوئی بات کر دیتے تو ڈانٹ دیتے کہ ایسی بات بالکل نہیں کرتے۔

میرے بیٹے تحمید احمد جو مربی سلسلہ ہے سے بہت خوش تھے اس کے لیے بہت دعا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تحمید نے درست راستہ چنا ہے ہم سب تو دنیا داری میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ کی ساری اولاد کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پارہی ہے خدا تعالیٰ ساری اولاد کو ہمیشہ جماعت سے یونہی وابستہ رکھے آمین۔ آپ موصی تھے تدفین بہشتی مقبرہ ناصر آباد میں ہوئی۔ نماز جنازہ ناظر تعلیم القرآن ربوہ نے پڑھایا اور قبر تیار ہونے پر مربی سلسلہ منصور احمد چٹھہ نے دعا کروائی۔ وقت وفات نہ صرف اپنی ساری جائیداد کا حصہ آدا کر چکے تھے بلکہ 2020 - 2021 کا چندہ وصیت بھی ادا کر چکے تھے۔ پسماندگان میں 3 بیٹے اور 5 بیٹیاں سوگوار چھوڑے۔ اللہ ابا جان کو غریق رحمت کرے اپنے پیاروں کا قرب عطا فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

دعائے اعلانات

- ❖ اشاعت کمیٹی کی تمام ممبرات کی صحت و سلامتی اور لجنہ گروپ اے کی بچیوں، واقفات اور ناصرات کی دینی و دنیاوی کامیابیوں اور نیک نصیب کے لیے درخواست دعا ہے۔
- ❖ محترمہ فریحہ اظہر صاحبہ اپنے میاں اور بیٹوں کی صحت و سلامتی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہے اور یہ کہ بچوں کو نیک خادم دین بنائے۔ آمین
- ❖ محترمہ امتہ الرؤف صاحبہ اپنے پیارے آقا کی لمبی زندگی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں اور یہ کہ خدا پاکستان میں بسنے والے تمام احمدیوں کا حامی و ناصر ہو۔ آمین
- ❖ محترمہ ناجیہ عدیل صاحبہ اپنے شوہر اور بچوں کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ خدا ہر آن ان کی حفاظت کرے۔ آمین
- ❖ محترمہ صدیقہ و سیم اپنی اور اپنی پوری فیملی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ خدا ان کو ہر پریشانی سے محفوظ رکھے۔ آمین
- ❖ محترمہ مہر النساء صاحبہ اپنے پیارے آقا کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ خدا ہر آن آپ کا حامی و ناصر اور خدا آپ کو صحت والی لمبی اور فعال زندگی عطا فرمائے۔ آمین
- ❖ محترمہ رعنا گل انور اپنے بچوں کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں نیز دونوں بیٹیوں عندلیب انور اور ارم انور کی شادی دسمبر 2020ء میں طے پائی ہے۔ اس سلسلے میں دعا کی خاص درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے فضل فرمائے۔ آمین
- ❖ عزیزہ راحیلہ طارق اپنے نیک نصیب کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں
- ❖ محترمہ صدیقہ و سیم صاحبہ اپنے والد کی وفات پر ان کے درجات کی بلندی اور ان کی دعائیں ہم سب بہن بھائیوں میں قبول ہونے اور آپس میں پیار و محبت کو ہمیشہ قائم رہنے کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔

ناصرات کارنر

یاد رکھنے کی باتیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ ط

ترجمہ۔ ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے حد کرم کرنے والا، بار بار رحم کرنے والا اور جزا و سزا کے وقت کا مالک ہے۔

ہمارے رسول پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں خدا نے ساری خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ ہر معاملہ میں آپ ﷺ ہمارے لیے کامل نمونہ ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ آپ ﷺ کے نمونہ پر عمل کریں اور آپ ﷺ کی خوبیاں اختیار کرنے کی کوشش کریں تاکہ اللہ ہم سے خوش ہو۔

سچائی

اسلام کا حکم ہے کہ ہمیشہ سچ بولو اور خواہ کتنے ہی نقصان کا خطرہ ہو پھر بھی جھوٹ ہرگز نہ بولو۔ رسول کریم ﷺ بچپن سے ہی سچ بولنے میں بہت مشہور تھے اور آپ ﷺ کی اتنی شہرت تھی کہ جب خدا نے آپ کو نبی بنایا تو آپ ﷺ نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر مکہ کے لوگوں کو جمع کیا۔ اور فرمایا اے لوگو! اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک زبردست لشکر جمع ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو تم میری بات پر یقین کر لو گے؟ سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم ضرور یقین کریں گے۔ کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کو بچپن سے ہی کبھی جھوٹ بولتے نہ دیکھا نہ سنا۔

راہ ایمان، شیخ خورشید احمد صاحب

تین حج

مجھے ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک بزرگ کی کسی دنیا دار نے دعوت کی جب وہ بزرگ کھانا کھانے کے لیے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیا دار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں تھاں لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اور پھر کہا دوسرا تھاں بھی لانا جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے۔ اور پھر کہا کہ تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تو تو بہت ہی قابل رحم ہے ان تینوں فقروں میں تو نے اپنے تین ہی حجوں کا ستیاناس کر دیا۔ تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تو اس امر کا اظہار کرے کہ تو نے تین حج کیے ہیں اس لیے خدا نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھا جائے اور بے معنی بے ہودہ بے موقع باتوں سے احتراز کیا جائے۔

(ملفوظات جلد اول ۴۲۲)

کر۔ نہ کر

تو یاد رکھ کہ کوشش اور محنت سے انسان کے اخلاق تبدیل ہو سکتے ہیں۔
تو اپنے اخلاق درست رکھ تاکہ لوگ تجھ سے فائدہ اٹھا سکیں۔
تو محنت کی عادت ڈال۔

تو غریبوں اور کمزوروں کی مدد کر۔

تو ہنسی ہنسی میں بھی جھوٹ نہ بول۔

تو غصہ کی شدت میں خاموش ہو جایا کر۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل



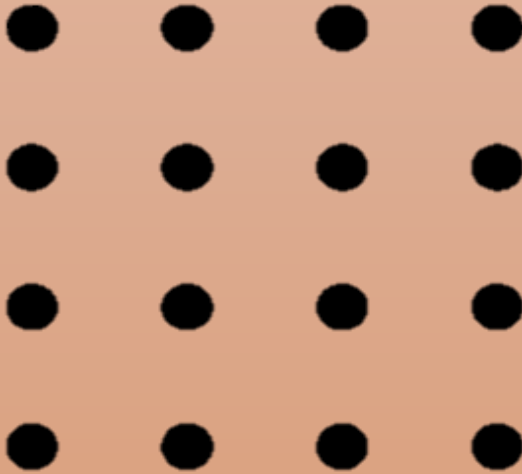
الیس اللہ بکاف عبده

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد صاحب کی وفات ہوئی تو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں تھے۔ خدا تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان پہنچے تو اپنے والد کو کچھ بیمار پایا۔ پھر الہام ہوا کہ غروب آفتاب کے بعد یہ واقعہ ہو گا اس طرح خدا تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذہنی طور پر بھی تیار کر دیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعزیت بھی کر دی۔ یہ خدا تعالیٰ کا اپنے خاص بندوں سے سلوک ہوا کرتا ہے۔ والد صاحب کی وفات یقیناً آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے صدمہ کا باعث تھی اور ایک لمحہ کے لیے یہ خیال بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمدنی کے وہ ذرائع جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد صاحب کی زندگی سے وابستہ تھے، نہ رہیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی خدا تعالیٰ نے جو ہمیشہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کفیل رہا، الہاماً آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دی۔ الیس اللہ بکاف عبده کہ کیا خدا اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔ اس طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اپنا بندہ کہہ کر تسلی دے دی۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، لجنہ امان اللہ

ذہانت آزمائیں

کیا آپ ان 16 نقطوں پر 6 سیدھی لائینیں اس طرح لگا سکتے ہیں کہ یہ ہر نقطے کو لگتی ہوئی گزریں لیکن آپ کی پینسل کاغذ سے نہ اٹھے۔



لطائف

بچہ۔ (ٹیلی فون پر) آج میرا لڑکا بیمار ہے اس لیے سکول حاضر نہیں ہو سکتا۔

استاد۔ (آواز پہچان کر) کون بول رہا ہے؟

بچہ۔ میرے ابا بول رہے ہیں۔

پہلا آدمی۔ تم پہلے سے لمبے ہو گئے ہو۔

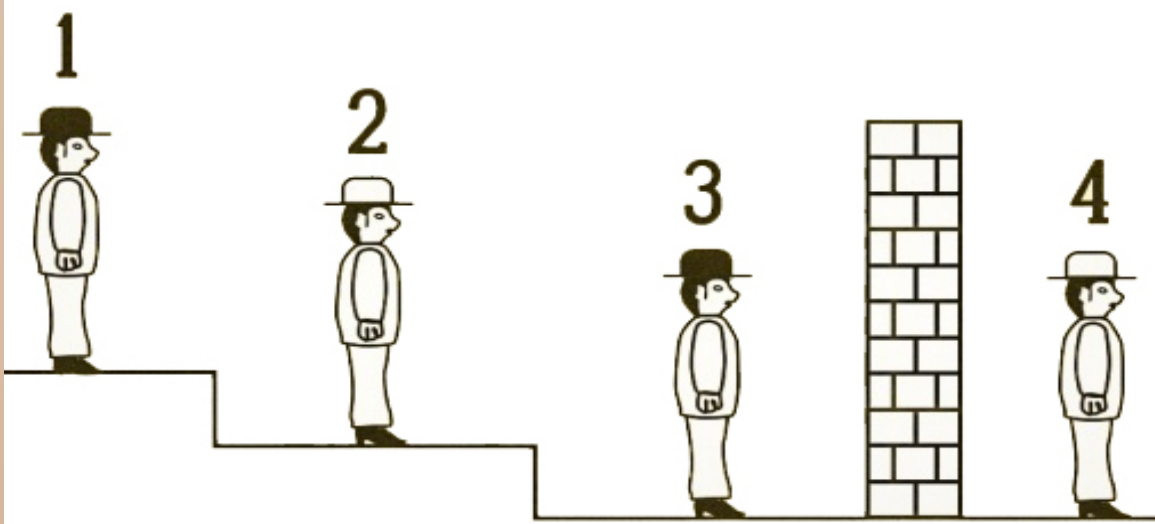
دوسرا آدمی۔ تمہیں کیسے اندازہ ہوا؟

پہلا آدمی۔ تمہارا سر بالوں میں سے نکلتا نظر آ رہا ہے۔

پہیلی کا جواب

جواب، نمبر ۲

پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کون نہیں بولے گا۔ نمبر ۴ دیوار کے دوسری طرف ہے اور اس لیے کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا، اس لیے یہ اپنی ٹوپی کا رنگ نہیں بوجھ سکتا۔ نمبر ۳ اپنے آگے دیوار کے علاوہ کچھ نہیں دیکھ سکتا اور اس لیے کچھ نہیں بولے گا۔ نمبر ۱ اپنے آگے ۲ اور ۳ کی ٹوپوں کے رنگ دیکھ سکتا ہے۔ اگر دونوں (۲ اور ۳) نے ایک ہی رنگ کی ٹوپی پہنی ہوتی تو نمبر ۱ کو پتا ہوتا کہ اس کی اپنی ٹوپی کس رنگ کی ہے کیونکہ ۲ سفید اور ۲ کالی ہیں۔ لیکن یہ چپ رہتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ دونوں کی ٹوپوں کا رنگ مختلف ہے۔ نمبر ۲ کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد سمجھ جاتا ہے، اور جان جاتا ہے کہ اگر نمبر ۳ کی ٹوپی کالی ہے تو اس کی اپنی یقیناً سفید ہوگی۔



Mango smoothie

Ingredienser

125 g Mango Yoghurt

1 Mango

1/3 Banan

5 Blå druer uten sten

1 Sitronsaft

Litt eplejuice (uten tilsatt sukker)

Slik gjør du:

1. Kjør alle ingredienser i en blender til det blir en myk konsistens, uten biter.
2. Serveres med isbiter.

Tips: Bruk kalde råvarer når du lager smoothies uten frossen frukt. Da får du likevel litt samme konsistens, og isbitene smelter ikke så fort.



9	4		7	5				
					8	4	7	
8		7			4	1		
	7	5		2			3	
		8	4	3		7	2	
6	2	3	8				1	
2		6	5				9	
7			2		9	5		3
5	8	9	1			2	4	7

5			3	6				
1		8		9			6	4
9	2							1
	1		5	8	3		4	6
	5	9	4		6	1		
	6		9	1	7			2
3						6	1	9
	9		6	5	8	4		3
		2		3	9	7		

QUIZ – PROFETEN MUHAMMAD^{SA} LIV

Utarbeidet av Nasirat majlis Nordstrand

1. Når og hvor ble Profeten Muhammad (sa) født?
2. Hva betyr navnet «Muhammad»?
3. Hva het foreldre til profeten Muhammad (sa)
4. Hvem oppdro profeten etter morens bortgang?
5. Hvilken status hadde kvinner i det arabiske samfunnet før profeten Muhammad (sa)?
6. Hva het profeten Muhammad sin første kone?
7. Når og hvor mottok profeten Muhammad sin første åpenbaring?
8. Hvem var den første mannen som konverterte til Islam?
9. Det er nevnt 4 grupper mennesker som ikke skal bli drept under krig, hvem er dette?
10. Når døde profeten Muhammad sa?

Fast:

1. Han ble født i Mekka i år 570
2. «Muhammad» betyr «den lovpriste»
3. Far het Hadrath Abdullah og Mor het Hadrath Amina
4. Dhal Haleema Sadiya
5. Kvinner hadde ingen status eller rettigheter. De ble begravd levende ved fødsel fleste av dem. Hvis de overlevde, ble de behandlet veldig dårlig.
6. Første konen til Profeten Muhammad (sa) het Hadrath Khadijah
7. Profeten Mottok sin første åpenbaring i en alder av 40 år i Hira hulén
8. Hadrath Abu Bakr Siddiq
9. Gamle, skrøpelige, kvinner og barn
10. Ar 632 i Medina

ALLAH OG SKAPELSEN AV UNIVERSET, ISLAM - EN KORT INTRODUKSJON

Allah er Skaperen av alt som finnes. Han er den eneste Gud og det finnes ingen gud foruten Ham. Han skapte universet, og Han er den som opprettholder og utvikler det. Han har eksistert i all evighet. Han var til stede selv da intet var der. Han er den Største og den Mektigste. All lovprisning tilkommer Ham. Han er den endelige Hersker og Herre. Han er den mest Nåderike og Barmhjertige. Han lytter til og oppfyller våre bønner. Han vet alt; fortid, nåtid og fremtid. Han er fullstendig innblandet og interessert i alt som skjer. Det skjer faktisk intet, uten Hans tillatelse.

For flere milliarder år siden skapte Han universet slik vi kjenner det. Det var da skapelsen og utviklingsprosessen startet. Etter hvert som tiden gikk, ble det dannet stjerner og galakser. En galakse er et system av mange milliarder stjerner. Det finnes også mange millioner galakser. Stjernene kan være store eller små. Solen vår er en mellomstor stjerne. Stjerner kan være svært varme, flere hundretusen ganger varmere enn ild i peisen. De kan være veldig store. Solen er 330 000 ganger tyngre enn jorda. De er flere millioner kilometer langt fra hverandre. Galakser, stjerner, planeter og måner er alle i bevegelse, men de kolliderer ikke. Alt dette er skapt og kontrollert av Allah.

Stjernene gir noen ganger fødsel til sine planeter som så roterer rundt dem. For mange millioner år siden ble planeten jorda skapt av Allah ved å skille ut en skive av veldig varm og tåkete masse fra solen. Etter millioner av år kjølnet den, og grunnleggende elementer som metan, ammoniakk, vann og aminosyrer ble dannet. Alt dette endte i skapelsen av grunnleggende livsformer, som enkeltceller, som senere utfoldet og utviklet seg til høyere livsformer som fisk, fugler og pattedyr. Disse utviklet seg igjen til arter som dinosaurer gjennom evolusjon og forvandling. Disse dyrene levde og hersket på jorda i mange millioner år, og så utdødde de fleste. Deres fossiler er likevel funnet i mange deler av verden.

Foruten dem fantes det også andre arter, mindre i størrelsen, men med større potensial til å overleve. Disse overlevde og fortsatte å utvikle seg. Noen av disse var forgjengerne til moderne fugler, fisker, dyr og menneske.

Koranen lærer ikke at universet ble skapt for bare noen tusen år siden, i løpet av seks dager, og heller ikke forteller den oss at Gud hvilte på den syvende dagen. Hele skapelsen og evolusjonen skjedde gjennom mange stadier, og hvert stadium dekket flere millioner år.

MELK

AV: VESTFOLD

Melk og meieriprodukter er viktige matvarer for barn og voksne. I tillegg til å være en tørsteslukker inneholder også melkeglasset en naturlig pakke av næringsstoff som kroppen trenger hver dag. Disse næringsstoffene er viktige for barnas vekst og utvikling. Et glass melk gir deg både proteiner, kalsium, jod, vitamin B12, vitamin B2, kalium og fosfor.

I melk finner vi også karbohydrater i form av laktose, samt litt fett. Dette bidrar sammen med proteiner til å gi noe energi. Kalsium bidrar til å bevare muskler og skjelett. Derfor anbefales det at barn hver dag får inntil 5 dl melk og yoghurt tilsammen.



GÅTER

1. Hva må knuses før det kan tas i bruk?
2. Jeg er høy når jeg er ung, og kort når jeg blir gammel, hva er jeg?
3. Det er et en etasjes hus der alt er gult. Gule vegger, gule dør, gule møbler. Hvilken farge er trappene?
4. Jo mer der er av meg, desto mindre ser du. Hva er jeg?
5. Jeg er så lett som en fjær, men selv den sterkeste personen kan ikke holde meg for mer enn 5 minutter. Hva er jeg?

Svar:

1. Et egg
2. Et stearinlys
3. Det er ingen trapper, det er bare en etasje.
4. Mørket
5. Pusten

ANDRE GRUNNER

Det inneholder få kalorier

Frukt inneholder mye vann og en del fiber som er med på å fylle opp magen, som det ble nevnt tidligere. Dette kan bidra til at man spiser mindre av energitette og næringsfattig mat som blant annet søtsaker og chips. For eksempel så bidrar ett eple med cirka 50-70 kcal avhengig av størrelsen og en middels stor banan cirka 90-100 kcal, mens en sjokolade på 40 gram bidrar med cirka 200-250 kcal. Velger du en 100 grams sjokoladeplate får du i deg 500-550 kcal.

Det er billig

Hvis man begynner å sammenligne kilo-prisen på frukt og grønnsaker med for eksempel sjokolade og andre søtsaker så ser man fort hva som er det rimeligste alternativet. En sjokolade eller en liten potetgullpose koster gjerne mellom 20-40 kroner, mens et par epler, pærer, paprika eller lignende ikke koster mer enn en tier.

Det er naturlig søtt

Frukt og bær har et naturlig innhold av fruktsukker, noe som gir godsakene en naturlig søt smak. Med andre ord så vil frukt, grønnsaker og bær være et sunnere valg enn for eksempel godteri som består av store mengder tilsatt sukker og minimalt med næringsstoffer som kroppen trenger.

Det kan brukes til så mangt

Både frukt, bær og grønnsaker smaker godt alene og er et perfekt valg som et lite mellommåltid når du er på farten. Men det smaker også godt med kokte grønnsaker eller en hjemmelaget grønnsaksmos til middag. Frukt og bær passer ypperlig som dessertingredienser, og grønnsaker med dipp er en sunn og klassisk snacksvariant. Dette er matvarer som også egner seg godt i bakst, i smoothies og som juice.



Kilder:

https://www.frukt.no/5-om-dagen/helseartikler/hvorfor-er-frukt-bar-og-gronnsaker-sa-viktig-for-helsen/#:~:text=Et%20h%C3%B8yt%20inntak%20av%20frukt,enkelstoffer%20i%20pille%2D%20eller%20pulverform,https://www.matportalen.no/matvaregrupper/tema/gronnsaker_frukt_og_bar/#:~:text=Gr%C3%B8nnsaker%2C%20frukt%20og%20b%C3%A6r%20er,og%20E%2C%20folat%20og%20fiber

Nasirats Hjørne

VIKTIGHETEN AV FRUKT OG GRØNT

SKREVET AV MANHA MALIK, NITTEDAL

Mange barn og en god del voksne spiser for lite frukt og grønt. Vi har hørt at det er viktig for kroppen, at det inneholder viktige vitaminer, fiber og mineraler. Her skal du få vite litt mer i dybden om dette emnet.

FEM OM DAGEN

I Norge anbefaler helsemyndighetene å spise 2,5 porsjoner frukt og bær, og 2,5 porsjoner grønnsaker hver dag. En porsjon tilsvarer det du får plass til i en håndflate, f.eks. et eple, en gulrot eller en liten porsjon salat.

Ett glass juice om dagen kan være én av de anbefalte fem porsjonene av grønnsaker, frukt og bær. Den inneholder de fleste næringsstoffene som finnes i fruktene juice er laget av.

Man bør likevel ikke drikke veldig mye juice. Juice har et relativt høyt sukker og energiinnhold, er sur og kan inneholde langt mindre kostfiber enn når du spiser en hel frukt. Hel frukt gjør som regel at du føler deg mer mett enn når du drikker juice. Grønnsaksjuicer har som regel et lavere energiinnhold (inneholder mindre kalorier) enn fruktjuicer, men de kan inneholde betydelige mengder salt.

VIKTIGHETEN

Hvorfor spise frukt og grønnsaker? De inneholder masse viktige vitaminer og mineraler som kroppen trenger, og er en god kilde til kostfiber. F.eks. er gulrot bl.a. rik på betakaroten som omgjøres til vitamin A i kroppen og er viktig for synet. Appelsin er bl.a. rik på vitamin C som er en viktig antioksidant i kroppen og bidrar til å styrke immunforsvaret. Mange studier viser at inntaket av frukt og grønnsaker beskytter mot flere sykdommer som kreft, diabetes type 2, hjerte- og karsykdommer og overvekt. Sannsynligvis er variert inntak av ulike frukt og grønnsaker, med alle de ulike gunstige næringsstoffene som gir kroppen denne positive helseeffekten.

Nanbrød

Oppskrift av Raana Gul-e-Anwar

1 kg Hvetemel

1 dl olje

1 ts salt

½ ts Bakepulver

½- 1 ½ kopp Kefir

50 g Gjær

1 cup, eller 4 dl H-Melk

vann for elting etter behov

Smøre med litt kefir og dryss sesamfrø før steking

Fremgangsmåte:

1. Bland salt og bakepulver i hvetemel.
2. Bland melk, kefir og olje.
3. Smuldre gjæret og ha i lunkent vann. Når gjæret er løst opp, bland gjærløsningen i melkeblanding.
4. hell dette opp i melet og elte til en deig.
5. La deigen hvile for ca. 1 time.
6. Del deigen i 14 deler. Lag små boller, kjevle bollene flate, smøre med litt kefir og drysse sesamfrø. Stek dem i en tandoriovn. Disse stekes i ca. 2 minutter.



gelatinen laget av svin, og da skal den ikke spises. Men gelatin som er laget av halal dyr kan spises. Selv leser jeg til og med innholdet i sjokolader og kaker før jeg spiser dem. Alle ingredienser er oppgitt på pakningen. Det finnes forskjellig typer alkohol, og noen ganger er det vanskelig å gjenkjenne navnet på pakningen. Du må ikke uten videre tro at det er noe bra, men heller søke opp ingrediensen i en ordbok. Det finnes melkesjokolader og sjokolader med nøtter, det kan du spise.»

En annen jente spurte: «Hva skal man gjøre hvis man ved en feil spiser noe som inneholder alkohol?» Hudoor^{aba} svarte: «Hvis det er ved en feil kan du be om tilgivelse. Men man bør i utgangspunktet være forsiktig og lese ingrediensene før man spiser. Europeere er ærlige og skriver hva maten inneholder på pakningen. Noen føler så mye avsky når de får vite at de har fått i seg noe galt, at de kaster opp. Uansett, hvis man spiser noe ved en feil så blir man tilgitt av Gud. Dere bør også tilgi andres feil. Hvis noen ber om tilgivelse, bør dere tilgi dem.»

Enda en jente spurte: «Noen ikke-ahmadiyyamuslimer sier at man ikke kan be bønn hvis man har på sminke eller neglelakk, siden man ikke er fullstendig ren.» Hudoor^{aba} svarte: «Hvis noen mener at de ikke er fullstendig rene så bør de ikke be. Vi mener ikke dette. Det er ikke plass til noe skitt mellom neglene og neglelakken, derfor er man fortsatt helt ren med neglelakk på. Å komme med slike unnskyldninger for å slippe å lese bønn er ikke bra. På samme måte er det ikke riktig å ikke vaske seg før bønn fordi sminken vil bli ødelagt».

Waqifat-e-nau Nederland med Hudoor^{aba}, 15. Mai 2020

Maryam Rizwan v/waqifat-e-nau avdeling

Oppmerksomhet mot de fem bønnene

Hudoor^{aba} sa: «Man bør be fem bønner. Om vinteren blir dagene kortere og derfor blir det mindre tid for bønn. Tiden for Zuhr- og Asr-bønn forekommer i skoletiden. Man bør ikke la være å be disse bønnene på grunn av dette. Bønn skal gjennomføres uansett. Man bør ha en disiplinert planlegging for dette.»

Forsiktighet i hva man spiser

En jente spurte: «Min venninne bakte en kake og fortalte meg at den inneholder alkohol, men at alkoholen ble brent vekk under bakingen. Kan jeg spise denne kaken?»

Hudoor^{aba} svarte: «Nei, du kan ikke spise den. Dette er å åpne veier for alkohol. Noen medisiner inneholder også alkohol, men da brukes det for medisinsk behandling som er et nødstilfelle. Men å spise mat som inneholder alkohol, uansett om det blir brent bort eller ikke, er galt. Ahmadiyyamuslimer bør ikke spise slike retter, da det kun vil skape flere unnskyldninger til å gjøre ting som ikke er lov.»

En annen jente spurte: «Kan vi spise mat som inneholder gelatin?».

Hudoor^{aba} svarte: «Man bør undersøke grundig først. Noen ganger er

Den hellige Profeten^{sa} ble rørt av hennes sterke uttalelse og følte at ekteskap med henne ville sette en stopper for fiendtligheten hennes stamme hadde mot muslimene. Ikke minst vil nye veier for spredning av islam åpne seg.

Profeten^{sa} svarte: «Jeg har en bedre løsning, hvis du er villig til å akseptere?»

Hun svarte: «Fortell meg om det, er du snill.»

Profeten^{sa} svarte: «Jeg skal betale prisen på dine vegne og gifte meg med deg».

Hadrat Juwairiyah^{ra} ble enig med det samme og ekteskapet fant sted i år 627. Hun var 20 år gammel på det tidspunktet og aksepterte islam etter bryllupet. Den hellige profeten^{sa} ga henne navnet Juwairiyah^{ra}. Etter som nyheten om ekteskapet mellom Profeten^{sa} og Hadrat Juwairiyah^{ra} spredte seg blant muslimer, ble alle krigsfanger som tilhørte stammen Banu Mustaliq løslatt. Bakgrunnen for dette skyldes det faktumet at Banu Mustaliq var nå i slekt med Profeten^{sa} og muslimene valgte å løslate Hadrat Juwairiyah^{ra} sine slektninger.

Hadrat Juwairiyah^{ra} var en vakker og intelligent kvinne, og alle som så henne ble fasinert av henne. Hun hadde et fromt hjerte og hadde en sterk iver for å behage Allah og Hans sendebud^{sa}. Hun brukte meste parten av sin tid i Allahs tilbedelse og hadde satt av et hjørne i huset spesielt for dette. En dag da Den hellige profeten^{sa} kom hos henne var hun opptatt med salat. Dette var på dagtid og da han senere på ettermiddagen gikk forbi huset hennes satt hun fortsatt på bønneteppet sitt. Den hellige profeten^{sa} spurte henne om hun hadde sittet slik og tilbedt Gud hele den tiden. Hun svarte med et ja.

Hun var også en raus og generøs dame. Hun hadde sympati for de fattige og trengende. Hver gang hun fikk mulighet til å hjelpe noen betraktet hun det som en velsignelse fra Gud.

Hadrat Juwairiyah^{ra} gikk bort i en alder av 65 år og har berettet 17 hadith. Hun ble gravlagt i «Jannatul-Baqi», er gravlund stedet der Profeten^{sa} sine hustruer er gravlagt.

Kilde: <https://www.alislam.org/library/books/Hazrat-Juwairiyah.pdf>

HADRAT JUWAIRIYAH BINT AL-HARIS^{RA}

Shazia Ali

Hadrat Juwairiyah^{ra} var en av Profeten^{sa} sine hustruer. Hun ble født i år 608 og hennes opprinnelige navn var Barraah; som ble endret etter giftemålet med Profeten^{sa}.

Hadrat Juwairiyah^{ra} var datter til Haris bin Abi Darrar, som var leder for stammen Banu Mustaliq. Hun ble først gift i sin stamme med Musafi bin Safwan.

Hadrat Juwairiyah^{ra} sin far; Haris bin Abi Darrar, var en stor fiende av islam og slo seg sammen med andre stammer for å føre krig mot Medina. Da Profeten^{sa} hørte om deres planer, sendte han menn for å finne ut om sannheten. Mennene vendte tilbake og bekreftet rapportene. Profeten^{sa} besluttet å rykke ut og møte dette nye angrepet. Han samlet en styrke og førte den til Banu Mustaliqs territorium. Da den muslimske styrken møtte fienden forsøkte Profeten^{sa} å overbevise fienden om å trekke seg tilbake uten kamp. De nektet. Slaget begynte og etter noen timer var fienden beseiret. I slaget ble mannen til Hadrat Juwairiyah^{ra} drept. Kampen med Banu Mustaliq var over på noen få timer og ca 600 ble tatt til fange. Blant krigsfangene var Hadrat Juwairiyah^{ra}, som nå hadde blitt enke og ble overlevert til Hadrat Sabit^{ra} bin Qais.

Hadrat Juwairiyah^{ra} inngikk «*mukatabat*» med Hadrat Sabit^{ra} bin Qais. *Mukatabat* var en praksis i islam som tillot fangen frihet ved å betale løsepenger til vokteren. Hadrat Juwairiyah^{ra} hadde ikke penger med seg til å betale sin frihet, men siden hun hadde hørt om Profeten^{sa} sin gavmildhet og barmhjertighet, henvendte hun seg til ham for å få hjelp. Denne hendelsen er fortalt av Hadrat Aisha^{ra} i følgende hadith:

Hadrat Juwairiyah^{ra} sa:

«Å Allahs sendebud! Jeg er datter av lederen, Haris bin Abi Darr. Du er godt kjent med tragedien som har rammet meg. Jeg har inngått en avtale med min herre. Jeg søker hjelp for betaling av dette beløpet.»

Når vi engster oss, aktiveres kroppens angstberedskap. Dersom angstberedskapen vedvarer, kan det bli slitsomt for kroppen. For å hjelpe kroppen roe seg, bør vi ta et par dype mage-drag, for så å slippe pusten sakte ut igjen. Slik kan vi finne frem til en rolig pusterytme som fungerer best for oss.

Det er lurt å holde på rutinene sine som å holde seg fysisk aktiv, stå opp og legge seg til vanlig tid og spise sunne og regelmessige måltider. Søvn og fysisk aktivitet bidrar til å senke ned stress i kroppen. Det er viktig å opprettholde kontakt med familie og venner, det er både støttende, oppmuntrende og senker stress. Men vi bør respektere at alle trenger alene tid slik at vi ivaretar oss selv.

Mange synes det er vanskelig å begrense nyhetsstrømmen, men kontinuerlig dommedagsbeskrivelse og voldsomme dramainnslag i mediene skaper frykt og redsel. Det er fint å holde seg oppdatert på nyhetsbildet, men ikke la det ta overhånd. Det er viktig med balanse og bruke pålitelige kilder som nettsidene til Helsedirektoratet, Folkehelseinstituttet og Helse Norge dersom vi ønsker å holde oss oppdatert.

Gode tiltak for å forebygge stress og depresjon:

- **Sørg for daglige doser med fysisk aktivitet og dagslys**
- **Ta kontroll over det som er mulig å kontrollere**
- **Hold på med aktiviteter som frisker opp hjernen**
- **Styr unna ting som er stressgivende**
- **Vær takknemlig overfor det du har**
- **Hold på rutinene**

Måtte Allah beskytte oss alle i denne vanskelige tiden.

Koronavirus og depresjon

Nimrah Naeem

أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٩﴾

«Sannelig i Allahs ihukommelse finner hjertene ro (og fred).» (Al-Ra'd 13:29)

Forskere har i lang tid hatt en sterk mistanke om at immunforsvaret og psykiske lidelser påvirker hverandre. Folk med psykiske plager er mer utsatt for ulike betennelser i kroppen og immunforsvarssykdommer. Tilsvarende vil deres immunapparat kunne bedres dersom de har det bra.

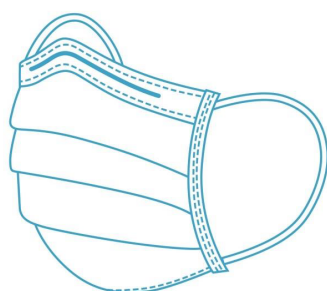
Når man står midt opp i en krevende situasjon er det aller viktigste at man klarer å holde hodet kaldt og tenke klart. Mennesker over hele verden er blitt bedt om eller beordret til å følge en form for restriksjon i kampen mot koronaviruset, de strenge tiltakene har ført til at mange opplever psykisk nedtur. Isolasjon, tap av arbeid og inntekt, mangel på kontakt med andre, uvisshet rundt framtiden og angst for ny forverring av forholdene er faktorer som kan påføre mye stress.

Koronapandemien kan gi utslag i flere negative konsekvenser for vår psykiske helse. Det gjør oss alle usikre og bekymret, enten det er for vår egen helse eller helsen til de vi er glad i, eller for økonomien. Fremtiden føles usikker. Når følelsen av å ha kontroll er tatt ifra oss, er usikkerhet og angst høyst normale reaksjoner. Det er faktisk uvanlig mye vi ikke har kontroll på nå for tiden. Derfor trenger vi å ta kontroll over det som er mulig for oss å kontrollere, nemlig hva vi gjør i hverdagen vår og hva vi gir oppmerksomhet til.

Zoya Smamah Shahid

Ved starten av koronapandemien ble vi dratt inn i en helt ny form for hverdag. Det å dra til dagligvarebutikk eller å ta kollektivtransport ble plutselig en mulig helsefare. Mange opplevde nok lengsel etter det gode sosiale miljøet vi har i moskeen, og det å møte gamle bekjente og venner. Selv om dette var langt fra en lett periode for oss alle, var det mange som lærte noe nytt om seg selv, sine familier, rutiner, prioriteringer eller sin hverdag.

Jeg oppdaget deriblant hvor godt det var å bruke mer tid med familien, ha flere måltider sammen og fine kvelder sammen. Med hjemmeskole ble det også lettere å be hver av de fem daglige bønnene til riktig tid, og denne vanen har opprettholdt seg. Fokuset på fellesbønn og *dars* hjemme økte også. Ikke bare fikk vi fokusert på det spirituelle og økt vår kontakt med Gud, men også helse og læring ble satt i fokus. Vi oppdaget hvor godt det var å gå ute i Guds vakre natur, og lærte oss å sette pris på det vakre landet vi bor i på en helt ny måte. Om kveldene utforsket vi matlaging, baking og andre interesser. Denne perioden har vært vanskelig, men god for vår individuelle utvikling.



covid-19



Alia Mahmood

Dette året startet med en utfordring for veldig mange i flere land. En uventet tid for alle dukket plutselig opp da nyheten om koronavirus kom frem i mediene. Dette førte til at mange ble frustrerte og redde.

Under koronasituasjonen har jeg opplevd at tiden har vært annerledes enn det jeg til vanlig har vært vant til. Det hele begynte da vi fikk beskjed om at vi ikke kunne dra til moskeen grunnet anbefalingene fra myndighetene om koronaviruset. For meg var dette veldig trist. Jeg følte at det å ikke kunne dra til moskeen for å delta på de ulike seminarene som menigheten pleier å holde, og ikke kunne se og møte andre medlemmene i menigheten var vanskelig. Å ha lokale møter på Skype, er ikke det samme som å møtes fysisk med hverandre. Det var spesielt å ikke kunne feire Eid på vanlig måte. Vi kunne ikke dra til moskeen for å be eid bønn. Dette måtte vi gjøre hjemme. I løpet av denne tiden har jeg også blitt rørt av at mange personer har blitt syke og noen har mistet livet. Mange har opplevd og opplever at økonomien har blitt hardt rammet. En hendelse som jeg vil nevne er da Hudoor^{aba} ikke holdt fredagspreken. Det var veldig trist å kunne oppleve dette, men samtidig takknemlig for at vi fikk sett vår kjære Hudoor.

Denne tiden er fortsatt spesiell for oss alle. Men det viktigste er at vi fortsatt ber for alle og bryr oss om hverandre. At vi spør om hvordan den enkelte har det, skaper mye positivitet og hjelper oss med å holde oss samlet. Man blir også godt ivaretatt av medlemmene i menigheten og dette er veldig fint synes jeg. Måtte Allah beskytte enhver ahmadiyya muslim og være med oss alle. Amen

Kabsha Muslim

Jeg hadde jobb under koronatid, men siden jeg har hjemmekontor brukte jeg fritiden i grønnsaks hagen min. Leverte grønnsaker fra min hage til familiemedlemmer og naboer. Jeg fikk tid til å gå på turer i nærområdet. I tillegg hjalp jeg andre familiemedlemmer med å kjøpe ting for dem og leverte til deres hjem. Jeg hjalp mine foreldre og andre familiemedlemmer med ærender under hele restriksjonsperioden.

livredd. Jeg ville få slutt på alt og leve det normale, og gode livet igjen. Heldigvis var det kun snakk om tid når vi kunne puste fritt i den deilige vinden igjen.

Madiha Ahmad

De første månedene av koronatiden følte som en forlenget påskeferie, der jeg dedikerte tiden min kun til studie og evt. viktige ærender.

I de tidligere årene måtte jeg hoppe over flere faster i Ramadan måneden grunnet div. avtaler; spesielt eksamen. I år fikk jeg mulighet til å faste og oppleve denne velsignede måneden på bedre måte siden de fleste aktivitetene var kansellert. For første gang leste vi Eid bønn hjemme, noe som var en annerledes opplevelse. Jeg har også blitt presis når det gjelder å be mine bønn på tide og ikke vente til siste halvtimen slik jeg gjorde før korona.

Naila Nasir

Aldri hadde jeg trodd at jeg skulle oppleve noe som kommer til å bli skrevet ned i historiebøkene til de neste generasjonene som kommer, men det har jeg gjort. Å se verden bare stoppe helt foran mine øyne var en merkelig opplevelse. For meg var det utenkelig at et virus som oppsto i et land, kunne spre seg over hele verden, og i tillegg kunne få hele verden til å stoppe opp. Plutselig kunne man ikke reise, ta offentlig transport, gå på skole eller ikke engang ut av huset. Situasjonen var veldig rar og ingen så den komme. Det eneste vi kunne gjøre var å be og det var akkurat det vi gjorde. Alle i huset ba sammen 5 ganger om dagen i håp om at Gud tilgir oss og beskytter oss fra korona, men også at de som har blitt rammet av viruset blir friske igjen. Da vi var i karantene følte jeg meg nærmere Gud. For meg var det klarere enn noen gang at kun Gud kunne hjelpe oss. Hver dag hadde vi dars etter isha'bønnen fra boka 'Noahs ark', skrevet av Den utlovede Messias^{as}, der vi leste om pesten og hvordan Gud hjalp dem som ikke mistet troen. Jeg følte at vi burde gjøre det samme.

Alhamdulillah, ser vi at koronasituasjonen er mye bedre idag, og jeg håper at alle som er rammet blir friske og verden blir normal igjen. Amen

vi Eid bønner hjemme, likevel var det ikke det samme som å dra til moskeen og deretter gratulere alle man er glad i.

Den største endringen for meg kom da skolene stengte. Elevene måtte være hjemme og ha nettbasert skole. Dette betydde å være sittende på samme plassen i flere timer hver dag. Noe som jeg tror, var utfordrende for mange. Man lærte ikke like lett og læringskvaliteten var dårligere enn det man er vant til. En annen grunn til at det ble oppfattet som utfordrende var at man ikke hadde muligheten til å være rundt venner like ofte som før.

Vi bør være takknemlige for at vi bor i et land som Norge, som har håndtert denne krisen på en god måte. Det er viktig å huske og be for de som bor i land med annerledes omstendigheter eller personer som har blitt smittet av dette viruset. Det er også noen ahmadiyya muslimer som har blitt smittet og vi bør huske å be for dem også. Det er viktig å ta vare på hverandre, og følge Folkehelseinstituttets smittevernregler for å kjempe mot dette viruset og skape en lysere fremtid, hvor vi InshaAllah ikke trenger å bekymre oss lenger.

Mariya Malik

Det har vært en tøff periode for mennesker rundt omkring i verden grunnet koronavirus som har skapt uro og redsel. Flere liv har gått tapt og dårlig økonomi har påvirket flere hushold. Jeg har aldri opplevd noe lignende i hele mitt liv. Verden ble lagt ned for en viss periode. Det ble gitt beskjed fra staten om at borgerne skulle unngå å være ute, med mindre det var absolutt nødvendig. Mennesker med mistanke om korona eller lignende symptomer måtte sitte i karantene for to uker. I starten var det godt å vite at vi ikke trengte å dra på jobb eller universitet. Barn var lykkelige over at de ikke trengte å dra på skolen. Med tiden ble gleden omgjort til lengsel og uro av å være innestengt. Det føltes som om det ikke fantes mennesker i verden og vi var innestengt i et hus. Det var forferdelig å ikke møte venner eller slektninger. En etter en fikk vi beskjed om menneskers bortgang på grunn av viruset. Jeg så mine bekjente forlate verden uten at jeg kunne være der for dem. Høydepunktet i livet var å bla gjennom VG hver dag for å sjekke antall nye smittede, nye dødsfall og situasjonen i verden. Verden var ikke lenger som den pleide å være, og den realiteten gjorde meg

Saba Basharat

Disse korona tidene har vart i mange måneder nå. Det har ført til at vi vasker hendene våre ekstra godt samtidig som vi holder minst 1 meters avstand mellom hverandre.

For meg har ting forandret seg veldig mye. Skolene ble stengt i mars og åpnet igjen i mai. I disse to månedene har jeg hatt online skole. Jeg har også deltatt i online class arrangert av de som er ansvarlige for samlinger i moskeen og en annen online class som ble arrangert lokalt i Nittedal. I disse koronatidene har jeg og familien min holdt fredagsbønnen hjemme. Faren min leste fredagspreken tilsendt fra murabbi sahib og deretter ledet bønnen. Temaene i disse prekene har vært forskjellige, men som oftest handlet de om Guds enhet og instruksjoner om at vi skal følge smittevernregler som er tilrådet oss fra helsedirektoratet.

I disse siste ukene har regjeringen begynt å få kontroll på spredningen og derfor begynt å åpne ulike steder. Nå kan vi f.eks. dra til moskeen for å be, men man må fortsatt holde 1 meters avstand og vaske hendene godt.

Wajiha Virk

Koronatiden har vært noe som ikke så veldig mange har opplevd før. På grunn av at denne situasjonen har vært ukjent, kan det bli oppfattet som skummelt og bekymringsfullt for mange. Helt plutselig fikk man vite at alle steder man er vant til å reise til i hverdagen stenger, og man må skape nye rutiner og vaner.

På grunn av smittevernreglene måtte de også stenge moskeer. Dette tror jeg var noe som har vært vanskelig for veldig mange muslimer som er vant til å dra til moskeen for å be bønn, og delta på blant annet fredagsbønn.

I moskeen har vi tradisjon for Iftari og tarawih bønn hver dag i Ramadan. Det var et veldig fint og sosialt arrangement som veldig mange satte pris på, men som ikke kunne avholdes i år. Det å dra til moskeen og lese Eid bønn var også noe man ikke fikk gjort. Jeg opplevde at jeg ikke fikk den Ramadan- og Eid følelsen som jeg er vant til, siden vi ikke fikk deltatt i disse arrangementene. Hos oss leste

For samfunnet generelt virket nedstengningen og redusert sosialisering utrolig trist og tøft. Flere ble alene og fikk psykososiale vansker. Bare tanken på å holde avstand fra andre mennesker er utrolig ukomfortabelt og forskrekkende. Tenk på de som bor alene og eldre. Jeg kan ikke engang forestille meg hvordan denne perioden har vært for dem.

Korona har ikke bare påvirket det hverdagslige livet, men også ferier og utenlandske reiser. Mange ble sittende fast i land de ikke tilhørte for flere timer, hvis ikke dager. Flere flyavganger ble innstilt. For mange ble det økonomisk vanskelig å rebooke fly eller utsette tilbakereisen.

Korona har ødelagt så mye for hele verden, men det har også vært positivt på en måte. Bruk av munnbind og å unngå håndhilsning har gjort det enklere for mange muslimer å kle seg anstendig og holde purdah. I tillegg har vi med Allahs velsignelse fått flere muligheter til å kunne hjelpe andre og vise omsorg; både som enkelt individ og som et trossamfunn. Vi har hjulpet våre medmennesker på forskjellige måter; blant annet laget mat for de i karantene og eldre, gitt gaver og mat til helseinstitusjoner og hjulpet dagligvarebutikkene. Dette har ført til at flere mennesker har vært takknemlige og fått vite mer om trossamfunnet vårt. Mange har vært utrolig rørt av dugnaden vår.

Å ha mer tid hjemme gjorde at vi kunne tilbringe mer tid i bønn og lese Den hellige Koranen mer enn vi vanligvis får tid til. Til slutt vil jeg si at denne pandemien har fått mennesker til å vise mer omsorg for hverandre og lært oss hvordan vi kan være bedre mennesker. Vi får mer tid til å tilbringe tiden med familien og ihukomme vår Skaper. Må Gud velsigne oss alle og lede oss på rett vei, Amen!

Maha Choudhry

Til å begynne med var det mye å venne seg til. Det ble annerledes med nettundervisning og jeg følte at det ble mer arbeid enn det var før. Ramadan kom og jeg følte at jeg klarte å planlegge hverdagen bedre. Jeg fikk tid til å gjøre andre ting enn å bare sitte med skolebøker. Dette ga meg mening; jeg klarte å strukturere hverdagen, og karantene-perioden kjentes ikke så ille lenger. Jeg klarte etterhvert å ta meg tid til andre ting som jeg ikke hadde gjort på lenge.

Koronatiden

Erfaring Lajna (A)

Som vi alle vet, har COVID 19, bedre kjent som korona, kommet seg til alle verdens hjørner. Knappt ingen land har kommet seg unna dette viruset. For å kunne begrense smitte og holde samfunnet i sin helhet mest mulig beskyttet, ble det igangsatt flere smitteverntiltak fra regjeringen. Blant disse tiltakene var nedstenging av alt som ikke var samfunnskritisk. Dette var noe som påvirket alle på en eller annen måte. Både skoler og barnehager ble stengt for en periode. Folk måtte sitte hjemme og sosialisere seg minst mulig. Hvordan har det vært for akkurat deg? Vi i publikasjonsavdelingen har bedt medlemmene i Ahmadiyya muslimsk trossamfunn Norge å beskrive deres følelser og erfaringer med oss.

Rumana Noor Qadir

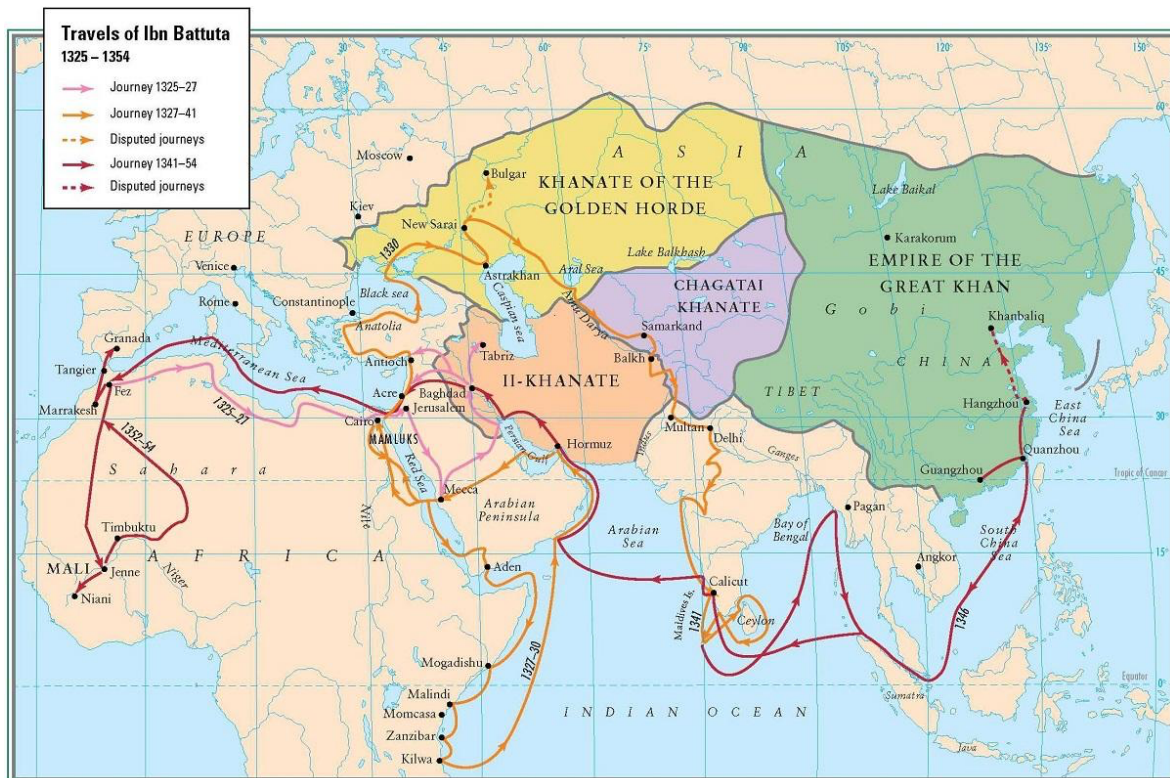
Jeg skal være helt ærlig og si at det har vært vanskelig. Både skepsisen rundt studier og å unngå fysisk kontakt med de nærmeste utenfor familien, fikk denne tiden til å føles utfordrende. Skolelivet mitt, har vært tøft. Jeg måtte holde meg hjemme og ha undervisning via Skype, Microsoft Teams, Google Classroom og andre undervisningsprogrammer. Dette har ført til at mange har gått ned i karakterer, på grunn av misforståelser, mens andre har forbedret karakterene.

Heldigvis, for meg viste det seg å være en grei løsning. Jeg kunne fokusere bedre hjemme. Jeg la merke til at roen og stillheten i hjemmet fikk meg til å konsentrere bedre i online undervisning i motsetning til i klasserommet, der venner og andre klassekamerater kan lett føre til distraksjoner.

Jeg gikk nesten aldri ut av huset før skolene i landet åpnet seg opp igjen. For meg føltes det som om jeg var innestengt. Jeg savnet å gi vennene mine klem og å bli klemt av dem. Jeg savnet absolutt alt. Da jeg fant ut at skolene skulle åpnes igjen, ble jeg utrolig glad. Til tross for gleden var det merkelig å se vennene igjen på skolen siden vi måtte holde avstand og ikke kunne gi klemmer eller håndhilse. Men allerede i den første skoleuken, klemte alle vennene hverandre, noe som føltes godt selv om det ikke var lov ...

120 000 km, og at han ble tatt imot av totalt 40 konger, keisere og andre statsoverhoder.

Ibn Batuta vendte hjem til Tanger i 1349. Han ble der kun i noen dager før han dro for å besøke Nord Afrika, Spania og Vest-Afrika (Mali). Han vendte tilbake fra den turen i 1354 til Fez; Marokko, der den lokale sultanen ga en ung litteraturviter i oppdrag å registrere Ibn Batutas erfaringer. Skribenten måtte komponere hele historien i litterær form ved å bruke en type arabisk litteratursjanger kalt en rihla, dvs. sjanger som brukes for å bokføre reiser. De to mennene samarbeidet i to år. Det er ikke så mye som er kjent om livet hans etter nedskrivningen av boken, men det anslås at han døde i ca. 1368 eller 1369. Hans gravsted eller dødssted er heller ikke kjent.



Kilder:

- <https://orias.berkeley.edu/resources-teachers/travels-ibn-batuta>
- <https://www.history.com/news/why-arab-scholar-ibn-batuta-is-the-greatest-explorer-of-all-time>
- <https://www.jurnalanas.com/ibn-batuta-and-his-journey/>

opplevelser. Han giftet seg minst ti ganger og etterlot barn som vokste opp i hele Afro-Eurasia.

I Alexandria tilbrakte Ibn Batuta tre dager som gjest hos en sufi-asketiker Burhan al-Din. Denne mannen så Ibn Batutas lidenskap for å reise og foreslo at han skulle besøke tre andre sufier, to i India og en i Kina. Senere besøkte Ibn Batuta også en annen helgen i en by nær Alexandria. Under oppholdet hos mannen hadde han en drøm om en stor fugl som bar ham langt østover og forlot ham der. Den hellige mannen tolket dette til at Ibn Batuta kom til å reise til India og bli der i lang tid.

I Damaskus meldte Ibn Batuta seg inn i en utdanningsinstitusjon der han i løpet av det 24-dagers oppholdet slo seg ned i noen formelle studier. Damaskus hadde et stort antall av kjente teologer og jurister i den arabisktalende verden. Disse teologene og juristene underviste ved å lese og kommentere en klassisk bok, for deretter å teste studentenes kunnskap og utstedte diplomer til de som bestod testene. Deretter dro han til India via Afghanistan og på denne måten gikk drømmen han hadde sett i oppfyllelse. Ved ankomst til Delhi søkte han en offisiell stilling hos den muslimske kongen av India, Muhammad Tuhluq. Kongen utnevnte Ibn Batuta til dommer for Delhi, men ettersom han ikke snakket rettsspråket, som var persisk, ble to andre lærde utnevnt til å avhøre saker. Etter åtte år var Ibn Batuta ivrig etter å unnsnippe de politiske intriger. Kongen gikk dermed med på å sende ham som ambassadør til Kina, og gjorde ham ansvarlig for utsending av skip med varer til Yuan-keiseren, til gjengjeld for keiserens tidligere gaver av 100 slaver, tøy og sverd. Ibn Batuta skulle seile fra Calcutta med ett stort skip som inneholdt varene for den kinesiske keiseren og et mindre skip fylt med personlige sakene til ham selv. Da alt hadde blitt lastet for avreise, bestemte han seg for å bli i byen og delta på fredagsbønn, for deretter å gå til sjøs. Om kvelden blåste det inn storm og det store skipet med gavene sank. Det mindre skipet derimot, med Ibn Batutas tjenere, konkubinner, venner og hans personlige eiendeler, tok seg til sjøs for å unnsnippe stormen. Redusert til bønneteppet sitt og klærne på ryggen, kunne Ibn Batuta bare håpe på å få tak i skipet som fraktet gruppen hans. Og i det håpet fortsatte reisene hans, med dramatisk varierende formue. Etter litt tid fikk han vite at skipet hans hadde blitt beslaglagt av en ikke-muslimsk hersker i Sumatra. Han bestemte seg for å dra til Kina uansett, men stoppet på vei ved Maldivene, en liten øygruppe utenfor kysten av India. Her giftet han seg med fire kvinner, før han fortsatte reisen sin til Kina. Batutas fortellinger om Kina utgjør en meget liten andel av hele historien hans. I tillegg er fortellingene hans såpass forvirrende at enkelte forskere tviler på at han dro til Kina i det hele tatt. Det sies at Ibn Batuta tilsammen reiste strekninger på omtrent

Ibn Batuta

Manahal Yaqoob

Hvis vi kaster et blikk på islams historie vil vi kunne oppdage stor utvikling innenfor en rekke vitenskap blant annet kjemi, agronomi, geografi, kartografi, oftalmologi. Takket være Allah, den allmektige, er det flere muslimske lærde og vitenskapsmenn som har bidratt til store fremgang og nye funn innenfor en rekke ulike fagområder. Den muslimske lærde vi skal bli kjent med i denne teksten er oppdageren og vandringsmannen Abu Abdullah Muhammad Ibn Batuta (1304-1377), kjent som Ibn Batuta.

Ibn Batuta ble født i Tanger, dagens Marokko, i 1304. Mennene i familien hans var muslimske lærde, noe som forklarer hans ekstraordinære interesse og fokus på utdanning. Han utdannet seg i juss; med utdypelse i det islamske rettsvesenet. Han fikk også jobb som qadi (en som tolker lover innenfor det islamske rettsvesenet) og dermed kunne søke arbeid rundt omkring i den islamske verden. Siden det ikke var noen utdanningsinstitusjoner for høyere utdanning i Tanger på den tiden, skapte det en trang hos Ibn Batuta til å reise for å finne de beste lærerne og de beste bibliotekene.

I 1325 forlot han hjembyen som 20-åring, og dro på sin første pilegrimsreise (Hajj) til Mekka. I boken 'The Travels of Ibn Batuta' står det at han gjennomførte denne reisen helt alene på et esel. Under denne reisen fikk han også mulighet til å oppholde seg i Tunis (hovedstaden i dagens Tunisia), og da han forlot byen, tjente han som en betalt dommer (qadi) for en gruppe med pilegrimer som hadde behov for en velutdannet man til å ta avgjørelser. Etter Tunis var Alexandria og Damaskus to høydepunkter for reisen hans.

Ibn Batuta ankom Mekka i 1326, nærmere et år og fire måneder etter reisen hans begynte. Oppholdet hans i Mekka varte i en måned, der han deltok i alle de religiøse ritualene og møtte flere mennesker fra Dar-al-islam; Den islamske verdenen slik det ble kalt i den tid.

Etter at pilegrimsreisen var over fortsatte han sin reise mot Bagdad istedet for å reise tilbake til hjembyen. Fremkomstmiddelet var en kamel og han reiste sammen med en flokk av tilbakevendende pilegrimer. Det var ved dette tidspunktet den globale vandringsreisen til Ibn Batuta begynte.

Ibn Batuta levde et komplett liv under denne reisen. Han studerte, utførte religiøse plikter, praktiserte sitt juridiske yrke og hadde fantastiske eventyrlige

den islamske livsstilen og la stor vekt på å behandle kvinner med høflighet og vennlighet. Han^{as} skrev i Noahs ark: **«Den som mishandler kona si er ikke en del av min menighet»** Ved en annen anledning sa han at: **«De første og fremste vitnene om en manns fromhet og oppførsel er koner. Hvis forholdet mot dem ikke er kjærlig, hvordan kan man da oppnå fred med Gud?»** (Al-Hakam: 17: 5- 1903)

Videre sier Den hellige Koranen at:

«Derfor er de rettferdige kvinner de lydige (og) de som vokter over det usette med Allahs hjelp.» (4:35)

Ifølge dette verset er en kvinnes primære plikt å være dydig og veloppdragen. En god kvinne er en som prøver å fremme familiens solidaritet, som er årvåken om riktig oppdragelse av barna sine, som håndterer husets saker på en effektiv måte og i samsvar med mannens ønsker. Hvis kvinnen gjør alt dette med den hensikt å adlyde Allahs befaling, skal hver eneste handling regnes som en tilbedelse, og hun skal fortjene sin belønning hos sin Herre.

Gjensidig respekt og samarbeid er også viktig for å skape et godt forhold mellom mann og kone. Allah sier:

«De er en kledning for dere, og dere er en kledning for dem ...» (2:188)

Klær brukes for beskyttelse, pynt og for å skjule mangler. På samme måte bør mann og kone beskytte hverandres ære og moral, og få hverandre til å føle seg trygge med kjærlighet, støtte og forståelse. De bør beholde hverandres hemmeligheter og bør ikke offentliggjøre hverandres mangler.

Den hellige profeten^{sa} var opptatt av kvinners velferd. Han rådet stadig sine følgere til å behandle konene sine med vennlighet. Hans egen oppførsel mot konene er det perfekte eksemplet. Det finnes mange hadith om temaet. Det ble berettet i en hadith at: **«Den beste blant dere er den som oppfører seg best overfor sine koner.»** (*Sunan Ibn Majah, Kitabun Nikah*).

Måtte Allah gi oss begge – menn og kvinner – styrken til å kunne utføre våre forpliktelser med trofasthet overfor hverandre slik vår Herre ønsker og forventer av oss. Amen.



Arbeid i henhold til shora-forslag nr.2

Utarbeidet av shoba tarbiyyat, Salmana Batool

Hvordan kan man opprettholde et godt ekteskapelig forhold?

Islam gir veiledning for alle aspekter av familieliv. Rollen som mann og kone er tydelig definert slik at hver av dem vet hva som forventes. Islam ser på ekteskap som et likeverdig partnerskap mellom to mennesker, der de kan oppnå Allahs velbehag gjennom gjensidig samarbeid, tillit, respekt, og trofasthet.

Hver partner i ekteskapet har fått en bestemt rolle. Allah sier i Den hellige Koranen: «**Han sa: Vår Herre er Han som har gitt alt dets rette form, (og) deretter rettleidet dem (i deres utvikling).**» (20:51)

Mannen er blitt tildelt å jobbe utenfor hjemmet som forsørger, på grunn av sin større fysiske styrke og psykologiske evner; på samme måte er kvinnen fysiologisk og følelsesmessig egnet til å føde barn og har blitt gjort ansvarlig for deres oppvekst og oppdragelse hjemme.

For å sikre et godt ekteskap, har hver partner fått eget ansvar. Den hellige Koranen sier:

«Og for kvinnene (gjelder) de samme rettigheter som (mennene har) over dem. Dog har mennene en viss forrang over dem.» (2:229)

I dette verset forteller Gud oss at når det gjelder personlige rettigheter, er kvinner og menn like. Men i noen saker har en mann det siste ordet på grunn av det ansvaret menn har. En mann er ikke bare forsørgeren av huset, men han må også hjelpe kona til å ta seg av de interne forholdene i huset. I tillegg har Allah utnevnt ektemannen til å fungere som en «verge» over sin kone (se Koranen 4:35), og er ansvarlig for å beskytte henne. I lys av alle disse ansvarsoppgavene har en mann fått siste ord i visse saker og situasjoner der ting kan komme ut av hånden og kan ødelegge familien. Men et viktig poeng som må forstås, er at etter å ha gitt denne retten til mannen advarer Allah dem og minner dem om at Han er Den mektige. Dette bekrefter at mannen ikke er fri til å bruke autoriteten som han vil, men skal bli holdt ansvarlig for eventuelle urettferdige handlinger. Den utlovede Messias^{as} anså det å mishandle kona for å være et brudd på

Hadhrat Abdullah bin Omar bin Alaas^{ra} beretter at profeten Muhammad^{sa} sa: **«Allahs velbehag ligger i fars velbehag og Allahs ubehag ligger i fars ubehag»**

(Jamia timazi bind 1, beretning nr. 198)

Med dette menes det at for å oppnå Allahs velbehag må en behandle sin far på en god måte og ikke såre ham eller prate nedlatende til ham.

Den hellige profeten^{sa} beretter at: **«En far er den beste døren til paradiset av de dørene som finnes. Du kan velge å bruke denne døren ved å vise godhet til din far eller så kan du miste denne døren ved å såre han og behandle han på en dårlig måte».**

(Tirmardi, ibn-e maja, beretning nr. 859)

Den utlovede Messias^{as} sier følgende: **«Vær nøye med bønner, en fars bønn for sin sønn vil bli oppfylt og en sønns bønn for sin far vil også bli oppfylt».**

(Malfozaat bind 2, side 502)

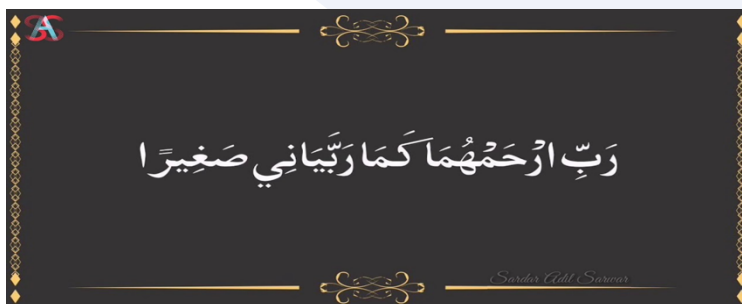
Hadhrat Abdullah bin Umar^{ra} beretter at profeten Muhammad^{sa} har sagt at: **«Menneskets beste gjerning er å behandle sin fars venner på en god måte selv når far ikke er tilstede eller hvis han har gått bort»**

(Muslim kitaab al barro al sila al adab)

Måtte Allah hjelpe oss med å behandle våre foreldre på best mulig måte!

Amen

«I fedres velbehag ligger Allahas velbehag»



«Min Herre vis dem barmhjertighet slik som de oppfostret meg som liten»

(Sura 17:25)

Å vise godhet til foreldre er en del av troen. Den hellige Koranen sier:

«Vis godhet mot foreldre. Om en av dem eller de begge når den høye alder hos deg, så tal aldri nedsettende til dem, og støtt dem ikke bort, men tal et nådig ord til dem» (Sura 17:24)

Som nevnt ovenfor legger islam stor vekt på å være god mot sine foreldre og vise dem respekt. Foreldre er i livet til barna fra starten; de hjelper og beskytter barnet til enhver tid. Å vise godhet overfor sin mor er noe som spesielt vektlegges i islam. Men det er også viktig å respektere sin far og vise godhet mot ham. En far fungerer som beskyttelse for barnet og er en viktig person for barnet gjennom livet.

Basert på beretninger fra profeten Muhammad^{sa} vet vi at paradiset ligger i morens føtter. Det finnes samtidig også beretninger hvor man fortelles om en fars høytstående status. Utgangspunktet for denne artikkelen er basert på følgende beretning;

Årlig reiser flere millioner muslimer til Mekka for å besøke Kab'aen – et bønnehus som Abraham^{as} og Ismael^{as} gjenreiste etter befaling fra Gud. Pilgrimsreisen lærer individet å forlate hjem og familie for Allahs skyld. Den tjener også som et symbol på respekten for Allahs hellige steder. Når pilegrimen besøker de ulike stedene opplever vedkommende spirituelt oppløftelse. Det universelle brorskapsbåndet mellom muslimer styrkes også ved at alle samles i en enhet.

Men muslimer som ikke har tatt turen til Mekka er allikevel med på feringsen. For mange av dem er Eid en anledning til å vedkjenne viktigheten av å bidra spirituelt, moralskt, sosialt og økonomisk for å bedre menneskehetens levestandard. Muslimer tror at dersom de i henhold til Gud, Koranen og Profeten^{sa} strever etter disse verdiene, vil Eid-ul-Adhas sanne formål manifestere seg. Derfor samles alle, både kvinner og menn, til fellesbønn slik Muhammad^{sa} også gjorde. Og på vei dit resiterer de samme bønn som sin hellige Profet^{sa}:

Allahu-Akbar Allahu-Akbar La-ilaha-illallah, Wa-llahu-akbar Allahu-Akbar, Wa-lillah-ilhamd.

Eid-feiringen i Norge

Her til lands tar elever, studenter og arbeidere fri for å markere høytiden. Denne morgenen står Oslos multikulturelle bydeler i ro. Muslimene er samlet til bønn for å minnes Abraham^{as} og Muhammad^{sa} og for å be om fred. Etter bønningen er det en tradisjon at alle gir hverandre gratulasjonsklemmer. Medmenneskelighet og omsorg for hverandre er viktige verdier som muslimene blir minnet på.

Forberedelsene begynner tidlig. Husene vaskes og pyntes, gaver kjøpes inn og festmåltidet tilbredes. For mange muslimer i Norge minner Eid-ul-Adha mye om den kristne julefeiringen. Alle tar på seg sine fineste klær, og familie og venner samles. Den store forskjellen er ofringen - det slaktes et dyr. Det er ikke påkrevd å slakte et lam, men et dyr som Gud har tillatt mennesket å spise.

Hvilke dyr som slaktes som offergaver varierer fra land til land. I Norge er lam ingen mangelvare, men mange foretrekker også okse. Mange muslimer i Norge slakter imidlertid ikke sine egne dyr. For det kan enten bestilles et spesialslaktet dyr hos den lokale slakteren, ellers så velger mange å kjøpe opp et dyr i hjemlandet og får det slaktet av sin familie der. Da kan også kjøttet lett fordeles blant de trengende og de nærmeste. Og igjen er vi tilbake der vi begynte, nemlig ofre sin glede for å glede andre, som jo er essensen i islam, til tross for at få av oss gjenkjenner islam fra dette perspektivet i media.

å overbevise han om å vende om. Men Abraham^{as} ville sette Guds befaling foran sine egne ønsker.

Abraham^{as} hadde imidlertid feiltolket Guds befaling. Med bakgrunn i samfunnets normer rundt menneskeofring hadde Abraham^{as} oppfattet drømmen som en ordre om å ta livet av Ismael. I fortvilelsen hadde han ikke oppdaget det sanne budskapet. Gud ville at han skulle ofre sitt sterke bånd til sønnen ved å forlate Ismael^{as}. Samtidig ble det klart at ofring av mennesker ikke var ønsket av Gud og at dette måtte opphøre. Så da Abraham^{as} stod på fjelltoppen, iferd med å begynne ritualet beordret engelen Gabriel å stoppe. I stedet fikk han et lam og han ofret det.

Gud hadde lært Abraham^{as} den virkelige betydningen av å underkaste seg Herren – det å sette Guds vilje foran sine fysiske og mentale begjær. Lammet var heller ingen erstatning for Ismael^{as} slik mange tror; men symboliserer at slik mennesket har makt over dyret og slakter det for sin egen velvilje, har også Gud makt over mennesket. Gud krever allikevel ikke at mennesket ofrer seg fysisk, heller ikke at det oppgir alt det har, men at det evner å sette andres behov foran sine egne.

Innvirkning og innflytelse

Til minne om dette vakre budskapet feiret muslimenes hellige profet Muhammad^{sa} Eid-ul-Adha. På Eid samlet muslimene seg, som tidlig i islams historie ikke utgjorde mer enn noen hundre, og møttes til Eid bønn. Muhammad^{sa} forkynnte budskapet om Abrahams^{as} eksemplariske lydighet, og vektla viktigheten av å ofre det man har kjær på Guds vegne, det være seg penger, eiendom eller tid, men også å kunne avstå fra sine selviske ønsker. Selv var Muhammads^{as} egen oppførsel i overenstemmelse med dette. En annen god egenskap han hadde var å vise omsorg for sine medborgere. For å spre mest mulig glede blant dem hadde han kjær, gikk han alltid én vei til Eid bønnen og hjem en annen, og på denne måten fikk han anledning til å møte flest mulig mennesker.

Mange tradisjoner beretter om at Muhammad^{sa} slaktet sitt eget lam denne dagen. Av kjøttet gav han alltid en del til familien, en del til naboene, og en del til de fattige. Selv spiste han ikke andre måltid denne dagen før kjøttet fra lammet var blitt tilberedt og han hadde spist av det.

1400 år senere i tid er antall muslimer over en milliard og spredt over hele verden. Men denne dagen forenes alle for å feire Eid. Feiringen er en avslutning på muslimenes årlige pilegrimsreise til Mekka, og er muslimenes nest største høytid rangert etter Ramadan måneden. Eid finner sted den 10 dagen i det muslimske årets siste måned. Feiringen varer i tre dager og i muslimske land er dette offisielle helligdager. Når man ikke oppgir noen fast dato for Eid skyldes dette at den muslimske kalenderen er litt kortere i antall dager enn den gregorianske. Alle høytider styrt etter den muslimske kalenderen faller derfor på forskjellig dato hvert år.

Å OFRE ET DYR I ISLAM – ET HISTORISK PERSPEKTIV I SAMMENLIGNING MED ANDRE TROSRETNINGER

Av: Annum Saher Islam

Like sikkert som det er at vi vil feire Eid-ul-Adha hvert år, er sikkerheten om at islams «ofringskonsept» vil bli sådd tvil ved og flere stemmer vil reise seg for å snakke om hvor brutalt det er at islam ofrer et dyr for å feire en høytid. Men hva er egentlig den historiske betydningen? Er ofring av et dyr den eneste typen ofring? Hva sier de andre trosretningene om dette? Vi vil ta en dypere titt på dette i den påfølgende teksten.

Ofring i islam

I islam er konseptet om å «ofre» noe som ikke bare begrenser seg til offeret vi gjør ved å slakte til Eid-ul-Adha. Essensen i religionen handler om å ofre sin tid, sitt sinn, sitt velbehag, sine lyster og lignende for å nå Guds velbehag. Den fysiske ofringen vi gjør i form av økonomiske almisser og utdeling av kjøtt er intet uten den psykiske ofringen som er selve grobunnen i islam hvor mennesket alltid setter seg selv og sine ønsker til slutt.

Siden menneskets eksistens har det funnet sted begivenheter som senere har preget dets følelser, tenkning og handlinger. Noen hendelser har hatt så stor betydning at de har dannet grunnlag for ritualer og feiringer. Muslimene markerer noen av disse begivenhetene, og blant de største markeringene er høytiden Eid-ul-Adha. Eid-ul Adha feiringen, eller offerfeiringen som den også blir kalt, har sitt opphav tilbake i profeten Abrahams^{as} tid.



Bakgrunn

Abraham^{as} så i en drøm at han ofrer sin sønn Ismail. Abraham hadde mange drømmer og tok det tungt. Ofring av mennesker var et synlig fenomen blant araberne, og ofte gikk det brutalt for seg. Ismael var ung på denne tiden og å ta livet av et hjelpesløst uskyldig barn kunne ikke Abraham akseptere. Det var først når Ismael ble myndig noen år senere at Abraham valgte å fortelle han om drømmen.

For Abraham var dette et smertefullt dilemma. Uansett utfall ville han enten miste en høyt elsket sønn, eller fremtre ulydig overfor Gud. Men Ismael vedkjente troen på Gud og aksepterte straks befalingen.

Sammen satte Abraham^{as} og Ismael^{as} i vei til fjellet Mina hvor ofringen skulle skje. Veien dit var hard for begge. Djevelen konfronterte Abraham^{as} om hans følelser for Ismael^{as} og prøvde

utlovede Messias^{as}, fra Al Fadl, Al Hakam eller et annet magasin utgitt av Jama'aten, og deretter lede bønner.

Hudoor (Må Allah være hans hjelper) sa: Flere Ahmadiere har skrevet til Al Hakam at mens de er innesperret i sine hjem, bruker de denne tiden på å resitere Den hellige Koranen, lese hadith og bøkene til Den utlovede Messias^{as} og annen litteratur fra Jama'aten. De bruker også denne tiden til å forbedre sine hjemlige liv.

Hudoor (Må Allah være hans hjelper) ga videre beskjed om at ahmadiyyamuslimer bør også bruke denne tiden til å se MTA-programmer sammen med sine familier.

Hudoor^{aba} sa: Som jeg har sagt tidligere, bør ahmadiyyamuslimer fullt ut følge lovene og retningslinjene gitt av regjeringen for sikkerhet og beskyttelse av sine innbyggere. Samtidig er det viktig å ivareta vår fysiske og åndelige helse gjennom bønner. Den utlovede Messias^{as} har lært oss at under slike omstendigheter bør vi søke tilgivelse for våre synder gjennom istighfār. Vi bør rense våre hjerter, og hengi oss videre til gode gjerninger. Allah har gitt oss bønner som en mektig ressurs, som vi bør bruke for å komme under Hans tilflukt.

Hudoor (Må Allah være hans hjelper) siterte også flere referanser fra hadith og annen litteratur som viser at det, under eksepsjonelle omstendigheter, er tillatt å be fredagsbønner hjemme.

Hudoor^{aba} sa: Siden det ikke er mulig å samles i moskeer under disse omstendighetene, er det viktig å oppfylle bønnens forpliktelse ved å holde forsamlingsbønner hjemme.

Mot slutten av beskjeden sa Hudoor^{aba}: Måtte Allah snart kvitte verden av denne pandemien, og måtte verdens befolkning oppfylle sine forpliktelser overfor menneskeheten og erkjenne Allah. Måtte Allah gjøre oss alle i stand til dette. Ameen.

Oversatt fra: Engelsk resyme, sendt av Ch. Hameedullah

Wakil A'la Tahrik Jadid Anjuman Ahmadiyya Pakistan Datert: 01. april 2020

Oversatt av Mehrin Hayat

Sammendrag av beskjeden gitt av Hadrat Khalifatul-Masih V^{aba}

Fredag 27. mars 2020, Islamabad, Tilford, Storbritannia.



Hudoor^{aba} sa at: Koronavirus-pandemi har ført til at flere regjeringer i hele verden har anbefalt sosiale begrensninger. Den britiske regjeringen har gjort det samme, og har forbudt avholdelse av forsamlingsbønner i moskeer. Derfor har jeg etter konsultasjon, bestemt meg for å henvende meg til trossamfunnets medlemmer gjennom denne beskjeden, og å ikke lede den formelle fredagsseremonien.

Hudoor^{aba} fortalte at trossamfunnets medlemmer er vant til å høre på fredagspreken fra Khalifatul-Masih, og hvis det uteblir kan det føre til skuffelse eller spredning av rykter. Derfor har jeg bestemt meg for å henvende meg til dere gjennom denne beskjeden.

Hudoor (Må Allah være hans hjelper) sa: Det er ikke mulig for oss å slutte å be fredagsbønnen over lengre tid. Derfor rådfører jeg med advokater og andre relevante personer, og vi vil, Insha'Allah, komme med en løsning.

Med tanke på begrensningene for folk som kommer til moskeen for å be sammen, er det viktig at medlemmene avtaler å be bønnene i forsamling hjemme. Det er også mulig å be fredagsbønn hjemme. Ethvert mannlig voksent medlem kan lede fredagsseremonien ved å lese noen utdrag fra skriftene til Den

Godhet mot menneskeheten

Prinsippet vi holder fast ved er det at vi har godhet for hele menneskeheten. Om noen ser huset til en hindu nabo i flammer og ikke kommer fram for å hjelpe med å slukke flammene, erklærer jeg at han sannelig ikke tilhører meg. Om noen av mine tilhengere, etter å ha sett noen forsøke å myrde en kristen, ikke prøver å redde ham, må jeg erklære at han sannelig ikke tilhører oss.

(Roohani Khazain bind 12, s. 28, Sirajum Muneer s. 26)

Jeg forkynner alle muslimer, kristne, hinduer og aryaere at jeg ikke har noen fiende i verden. Jeg elsker menneskeheten med den kjærlighet som en medlidende mor har for sine barn; til og med enda mer. Jeg er bare fiende av de falske lærer som dreper sannhet. Menneskelig sympati er min plikt. Mitt prinsipp er å vrake falskhet. Jeg forkaster hedenskap, urett, vanskjøtsel, urettferdighet og umoral.

(Roohani Khazain bind 17: Arbeen del 1, s. 2)

(Hentet av: 'Utvalg av Den utlovede Messias^{as}' skrifter', s. 30-31)



Hadith

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمَّكَ - قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ - قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمَّكَ - قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أَبُوكَ - وَفِي رَوَايَةٍ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: أُمَّكَ - ثُمَّ أُمَّكَ - ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبُوكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ -

(بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة ومسلم)

Abu Hurairah^{ra} beretter: “En mann henvendte seg til Den hellige profeten^{sa} og spurte: ‘Å Allahs Sendebud! Hvem av alle mennesker bør jeg ha best forhold til?’ Han svarte: ‘Din mor.’ Mannen spurte for annen gang: ‘Og hvem så?’ Den hellige Profeten^{sa} svarte: ‘Din mor.’ Da spurte mannen for tredje gang: ‘Hvem så?’ Den hellige Profeten^{sa} svarte: ‘Din mor.’ Mannen spurte enda en gang: ‘Hvem så?’ Den hellige Profeten^{sa} svarte: ‘Din far.’ I følge en annen versjon spurte mannen: ‘Å Allahs Sendebud^{sa}! Hvem fortjener den beste behandling?’ Den hellige Profeten^{sa} svarte: ‘Din mor, så din mor, så din mor, så din far og etter dette resten av slekten.’”

(Bukhari: Bok om moral (Adab), kap: Om den som har størst rett til ditt samvær.)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۗ إِمَّا
يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفٍّ وَّ
لَا تَتَهَرَّبُ لَهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (24)

17:24 Og din Herre har påbudt: Tilbe ingen annen enn Ham (alene), og (vis) godhet mot foreldre. Om en av dem eller de begge når den høye alder hos deg, så tal aldri nedsettende til dem, og støtt dem ikke bort, men tal et nådig ord til dem.

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا (25)

17:25 Og senk for dem ydmykhetens vinger av barmhjertighet, og si: Min Herre, vis dem barmhjertighet, slik som de oppfostret meg som liten.

Zainab

Amir AMJ Norge

Zahoor Ahmed CH

President Lajna Imaillah

Norge

Balqees Akhtar

Redaktør Urdu-del

Mansoorah Naseer

Redaktør Norsk-del

Mehrin Shahid

Ramla Haroon

Grafisk design

Zoya Smamah Shahid

Fakiha Choudry

Maham Meenal Naeem

Adresse: *Baitun Nasr Moské*

Søren Bulls vei 1

1051 Oslo

Konakt@ahmadiyya.no

INNHALDSFORTEGNELSE

Vers fra Den Hellige Koranen s. 1

Hadith s. 2

Beskjeden gitt av Den utlovede Messias s. 3

Sammendrag av fredagspreken s. 4 – 5

Å offre et dyr i Islam s. 6 – 8

I fedres velbehag ligger Allahs velbehag s. 9 – 10

Arbeid i henhold til shora s. 11 – 12

Ibn Batuta s. 13 – 15

Koronatiden s. 16 – 22

Koronavirus og depresjon s. 23 – 24

Hadrat Juwairiyah bint Al-Haris^{ra} s. 25 – 26

Waqifat-e-nau Nederland med Hudoor^{aba} s. 27 – 28

Nanbrød oppskrift s. 29

Nasirats hjørne s. 30 – 35

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

Kjære president, Lajna Ima`illah Norge

Fred være med dere, samt Guds barmhjertighet og velsignelser

Jeg har mottatt rapport for juli, Zainab utgave for april-juni og brev om dua skrevet 31 august 2020. Jazakumullah-ta'ala.

Ifølge den mottatte rapporten har det blitt satt i gang memorering av Qasīdah for nasirat og waqifat.

5 nasirat har utmerket seg i Koran-oversettelses eksamen. I tillegg er rapporten om arbeidet gjort i henhold til Shura-forslag om Profeten^{sa} sin karakter, memorisering av den 30. delen i Koranen i henhold til mål satt for Lajnas hundreårs jubileum og boklesing, gledelig lesing Alhamdulillah, dere var i stand til å utgi Zainab utgave til tross for dagens situasjon. Måtte Allah, den opphøyde, hjelpe leserne til å dra full nytte av denne utgaven og velsigne medlemmene til publikasjonsavdelingen med den beste belønning. Måtte Allah anerkjenne ditt arbeid og velsigne alle dine initiativ. Amen.

Videresend min hjertelige hilsen til enhver lajna og nasirat.

Med vennlig hilsen

Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul-Masih den femte



ZAINAB

LAJNA IMA'ILLAH NORGE

JULI 2020 – SEPTEMBER 2020

